پیاری بیٹی کے نام

متین طارق باغپتی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تعارف

پیاری بیٹیوں سے .....

نکاح کرنا قانون قدرت کی پابندی اور سنّت رسولؐ کی پیروی ہے جبھی تو ماں باپ اپنی پیاری بیٹیوں کو پال پوس کر دوسروں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

شادی کے بعد ہر بیٹی کو ایک نئے ماحول سے سابقہ پیش آتا ہے نیک اور سمجھدار بیٹیاں نئے گھر میں بہت جلد ہر ایک کے مزاج کو سمجھ لیتی اور اپنے حسنِ سلوک، میٹھے بول اور خدمت و محبّت سے اپنا مقام پیدا کر لیتی ہیں۔ ایک طرف وہ اپنے میاں کا دل موہنے کی پوری فکر کرتی ہیں تو دوسری طرف ساس سسر کا ادب واحترام ملحوظ رکھ کر اور ان کی خدمت واطاعت کر کے ان کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیتی ہیں یہی وہ گر ہیں جن سے بیٹیاں اپنے گھر کو جنّت کا نمونہ بنا کر اس کی ملکہ بن جاتی ہیں۔

ہر ماں باپ کی یہی تمنّا ہوتی ہے کہ اس کی چہیتی بیٹی سسرال میں کامیاب زندگی گذارے اپنے امکان بھر وہ بہتر سے بہتر رشتے کا اہتمام کرتے ہیں لیکن کامیابی کی ضمانت دراصل بیٹی کی اپنی ہی صلاحیت ہوتی ہے۔

یہ کتاب ایک دردمند باپ کے ان بیس خطوط کا مجموعہ ہے جو نہایت دلسوزی سے اپنی بیٹی کو وہ باتیں سمجھانے کے لئے لکھے گئے تھے جو اس کی نئی زندگی میں کامیابی وکامرانی اور فلاحِ آخرت کی ضامن ہیں۔ یہ ہر باپ کے دل کی آواز اور ہر بیٹی کے لئے یکساں مفید ہیں۔

خواتین کے لئے اُردو میں اس طرح کا لٹریچر بہت کم ہے مصنّف نے اس کے ایک مفید اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جزائے خیر دے۔

ہر بیٹی کو اپنے جہیز کے سامان میں اس کتاب کو بھی ضرور رکھنا چاہیئے اور اس میں دی ہوئی ہدایت پر عمل کر کے دین دنیا دونوں کو سنوارنے کی فکر کرنی چاہیئے۔

افضل حسین
مرکز جماعت اسلامی دہلی

یکم ستمبر ۱۹۶۷ء

①

اچھے طور طریق سے نئے ماحول میں جگہ پیدا کرو

پیاری بیٹی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

شادی کے بعد جب سے تم بمبئی گئی ہو یہاں
ہر روز تمہارا ذکر رہتا ہے۔ موجودہ حالات نے
اگرچہ ہم لوگوں سے تمہیں دور کر دیا ہے مگر ماں باپ
اور اولاد کا رشتہ ایسا ہے کہ ٹوٹنے والا نہیں
تم دور رہو یا پاس' بہر حال ہماری تمنا یہی ہے
کہ پھولو پھلو خوش رہو۔

تمہاری امی کہتی ہیں کہ کبھی کبھی خط لکھتی رہا کرو۔ میری بھی یہی ہدایت ہے۔ خط لکھنے سے آدھی ملاقات ہو جاتی ہے اور آدمی کو دور کا رہنا محسوس نہیں ہوتا۔

میں بھی کوشش کروں گا کہ تمہارے خطوط کا جواب دوں یہ سلسلہ چلتا رہا تو شاید کچھ اچھی باتیں تمہارے کانوں تک پہنچ سکیں یہ محض تمہاری بھلائی کے لیے ہیں۔ تم اپنی بیٹی ہو آنکھ کا نور اور جگر کا ٹکڑا ہو اس لیے قدرتاً

دل یہی چاہتا ہے کہ دنیا کی ہر اچھی بات تمہیں سمجھا دی جائے۔ جس سے تمہاری زندگی خوش و خرم ہو تمہیں زندگی میں وہ تکالیف نہ اٹھانی پڑیں جو عام طور سے ناتجربہ کاری کے باعث پیش آتی ہیں۔ نئی جگہ جاکر جی گھٹتا ہے۔ پہلے پہلے بہت سی باتیں اپنے مزاج کے موافق نہیں ہوتیں۔ بہت سے طور وطریق بدلے بدلے سے ہوتے ہیں جس سے بار بار کوفت محسوس ہوتی ہے۔

مگر یاد رکھو یہ باتیں تھوڑے دن کی ہیں۔ اگر اس وقت اپنا من مار لیا اور اپنے مزاج میں لچک پیدا کرلی تو تم کندن بن جاؤ گی۔ من مارنے کی بات اس لیے ضروری ہے کہ تمہیں وہیں رہنا ہے وہیں زندگی بسر کرنی ہے انھیں لوگوں کے ساتھ عمر گذارنی ہے۔ نیز یہ تو تم تصور ہی نہ کرنا کہ اب پھر ماں باپ کے یہاں آکر مستقل رہنا ہوگا۔ دو چار دن کی بات تو دوسری ہے مگر ہمیشہ رہنا تو وہیں ہے۔ اس لیے اس ماحول کو اپنانا بھی ضروری ہے۔

شروع میں جیسی عادت تم ڈال لوگی اور جس طرح تم دوسروں سے ملو جلو گی نیز جس طرح نئی جگہ کام کروگی وہی مستقبل کو کامیاب و ناکامیاب بنانے والا ہوگا۔ اچھی عادتوں کا مظاہرہ اچھا ہوتا ہے کیونکہ اچھی عادتیں خوشبو کی طرح دل و دماغ کو معطر کرتیں اور انسان کو راحت پہنچاتی ہیں۔

خیر اندیش

تمہارا باپ

۲

نئی تہذیب کی چمک دمک سے بچو

پیاری بیٹی سلام مسنون

تمہارا خط ملا۔ یہ جان کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ تم اپنے نئے گھر میں بہت آرام سے ہو اور اللہ کے فضل و کرم سے اچھی اچھی نعمتیں تمہیں میسر ہیں، لذیذ کھانے زرق برق لباس نیز سب سے بڑی چیز ناز برداری کرنے والے لوگ اور اس سے زیادہ کسی لڑکی کے لئے آرام و آسائش کا کیا سامان ہو سکتا ہے۔ اس پر تو جتنا بھی خدا کا شکر ادا کیا جائے اتنا ہی تھوڑا ہے۔ یہ میں نے اس لیے کہا ہے کہ آدمی کی کچھ ایسی ہی عادت ہے کہ وہ راحت میں خدا کو بھول جاتا ہے اور تمہیں جیسی جگہ میں تو ویسے بھی خدا کو بھول جانے کے مواقع فراہم ہیں۔

دیکھا تو نہیں سُنا ہے کہ اس شہر کی ساری ترقی مغربی تہذیب و تمدن کی مرہونِ منت ہے ۔ اسی لیے یہاں جس طرح زندگی کی نعمتیں ہر طرف بکھری نظر آتی ہیں ، اسی طرح بے حیائی اور بے پردگی کے نظارے بھی عام ہیں اس کا تجربہ تمہیں بھی ہو چکا ہو گا ۔ یہاں زندگی نام ہی اس کا ہے کہ آدمی سیر سپاٹے کرے ، تفریحات میں اپنا وقت گذارے ۔ صبح سے شام تک روپیہ کمانے اور پھر اسے ٹھکانے لگانے کی فکر میں لگا رہے ۔ اسی لیے یہاں ہر وقت ریس کے گھوڑے ہر وقت دوڑتے ہیں، لاٹریاں کھلتی ہیں ۔ جہاز آتے ہیں ۔ مال اترتا چڑھتا ہے اور پارس پتھریاں تقسیم ہوتی ہیں جو ذرا دیر میں چھن بھی جاتی ہیں ۔ نہ امیر کو غریب ہوتے دیر لگتی ہے نہ غریب کو امیر ۔ خدا جانے کب قسمت پلٹا کھا جائے اور رُخ اِدھر سے اُدھر پھر جائے ۔

اس کے علاوہ تم نے دیکھا ہو گا کہ ریڈیو ، موٹر ، کُتّے ، پیانو اور چائے یہاں کے لوازمات ہیں ۔ عورتیں بال کٹاتی اور دن دن بھر میک اپ میں مصروف رہتی ہیں ۔ یہاں کی ہر لڑکی فلم ایکٹریس بننے کے خواب دیکھتی ہے اور ہر لڑکا یورپ ہو آنے کو معراجِ حیات سمجھتا ہے ۔ غرض سمندر کی تیز رفتار لہروں کی طرح ترقی پسندی کا طوفان اٹھ رہا ہے ، جس میں حیا ، شرم مذہب اور اخلاق ہر چیز آہستہ آہستہ ڈوبتی جا رہی ہے ۔

تم گاؤں کے ماحول سے نکل کر نئی نئی وہاں گئی ہو ۔ اس لیے ذرا ہوشیاری سے رہنے اور خوفِ خدا کی قندیل کے سہارے چلنے کی ضرورت

ہے ۔جو لوگ خوفِ خدا کو دل سے نکال کر نئے ماحول پر ریجھتے ہیں ، وہ بعد میں اُس تاریخی کوّے کی طرح پچھتاتے ہیں جو اپنے ہم جنسوں سے الگ ہوکر ہنسوں کے پاس گیا تھا مگر انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور جب وہ واپس اپنی قوم میں آیا تو اس نے اپنے ساتھ رکھنا گوارا نہیں کیا ۔ اسی طرح ان لوگوں کا انجام ہوتا ہے جو ظاہری چمک دمک دیکھ کر اپنی تہذیب کو بھول جاتے ہیں ۔

لیکن تم اس بات کو مت بھولنا کہ اسلامی تہذیب دنیا کی سب سے اچھی تہذیب ہے ۔ اس کے رہنے سہنے کے طور طریق، اس کے حلال و حرام کے حدود اور شرم و حیا کے قوانین اپنے دامن میں دائمی سکون رکھتے ہیں ۔ اس کے خلاف موجودہ تہذیب کی فضائیں بظاہر تنومند ، درخشاں اور دلکش ہیں ۔ مگر وہ انسان کو تباہی کے غار کی طرف لے جاتی ہیں ۔

تجربات نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ عورت کے لیے جسم کو لپیٹ کر چلنے ، بچّوں کی دیکھ بھال اور شوہر کی دلجوئی میں جو راحت ہے وہ دوسرے طریقوں میں نہیں ۔ ہم نے تمہاری تربیت میں انھیں باتوں کا لحاظ رکھا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ تمہاری سسرال میں بھی اچھے لوگ ہیں ۔ اچھوں سے ہمیشہ اچھائی کا پھل برآمد ہوتا ہے ۔ خدا کرے اُن لوگوں کی اچھائیاں تمہاری شاہراہِ حیات میں معاون ثابت ہوں لیکن یہ میں پھر بھی کہوں گا کہ دوسروں کی اچھائی سے فائدہ خود اٹھایا جاتا ہے ۔ جیسے کہ اندھیری رات میں چراغ سے تبھی فائدہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھیں کھلی ہوں ۔

تمہاری سسرال کے لوگ اور ہم ایک دوسرے سے ناواقف تھے تمہارے وہاں پہنچ جانے کے بعد انھوں نے اپنی محبت سے تمہیں پسند کیا تمہاری آمد پر خوش آمدید کہا۔ تمہیں اپنے دل میں جگہ دی۔ اب یہ تمہارا اپنا کام ہے کہ جو خواب انھوں نے ایک تمیز دار دلھن کا دیکھا تھا اسے تم پورا کر دکھاؤ اور یہ ثابت کردو کہ تم ایک شریف باپ کی بیٹی ہو۔ اللہ تعالےٰ تمہاری مدد کرے۔

تمہارا باپ

(۳)

اخلاق و محبّت کا پیغام

پیاری بیٹی سلام مسنون

تمہارا خط ملا۔ نئی جگہ جو دقتیں تمہارے سامنے آئیں وہ قدرتی ہیں۔ ماں باپ کا گھر چھوڑ کر دوسرے ماحول میں زندگی گذارنا واقعی بڑا کٹھن کام ہے۔ جو آرام اور آزادی تمہیں یہاں میسّر تھی وہ وہاں نہیں مل سکتی۔ دوسری جگہ ویسے بھی ایک طرح کا رکھ رکھاؤ اور تکلّف برتنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی کچھ باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو مدّ نظر رکھا جائے تو تم مراۃ العروس کی اصغری خانم کی طرح خود بھی خوش و خرم رہ سکتی ہو اور دوسروں کے دلوں میں جگہ بھی پیدا کر سکتی ہو۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز تو ماحول کا جائزہ ہے، یعنی اپنے قریبی

لوگوں کے مزاج سے جلد از جلد واقفیت حاصل کرلینا چاہیئے۔ اور حتی الامکان ان میں گھل مل جانا چاہیئے۔ اور اتنا گھل مل جانا چاہیئے کہ وہاں کے لوگ تمہیں اپنے ہی میں کا ایک فرد سمجھنے لگیں۔ میرا خیال ہے کہ ہندوستانی گھرانوں میں یہی چیز جھگڑے کا موجب ہوتی ہے کہ لڑکی اپنی سسرال سے خائف رہتی ہے اور اس کے مقابلے میں بات بات پر اپنے میکے والوں کا دم بھرتی ہے۔ حالانکہ لڑکی کا اصل گھر سسرال ہی ہے۔ اس کی عزت اسی میں ہے کہ ماں باپ کے گھر سے ڈولہ چل کر سسراں پہنچے اور پھر وہاں سے ہی جنازہ نکلے۔

بہرحال میں بتا یہ رہا تھا کہ سسرال کے لوگوں سے موافقت پیدا کرنی چاہیئے۔ وہاں کے بڑوں کو اپنا بزرگ اور چھوٹوں کو اپنا پیارا سمجھنا چاہیئے نیز ہر وقت ان کی خدمت کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ خدمت اس لیے نہیں کہ اُن کو خدمت کی ضرورت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خدمت ہی راحت ہے۔ بزرگوں کے احترام اور خدمت کا نتیجہ محبت اور دلجوئی کی شکل میں نکلتا ہے یاد رکھو کہ خدمت غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ خدمت ایسا جادو ہے جس سے دلوں کو جیتا جا سکتا ہے۔ تم اس جوہر کو ہمیشہ کام میں لانا۔

دوسری چیز جس کی طرف تمہیں اس وقت توجہ دینی ہے، وہ اخلاق ہے۔ اخلاق اچھی عادتوں کے مجموعہ کا نام ہے، پیار، محبت، میٹھی بول چال اور تسلیم و رضا یہ سب اچھی عادتیں ہیں۔ ان کو اپنانا چاہیئے۔ ان کا نہ ہونا بڑے نقصان کا پیش خیمہ ہے، جیسا کہ ایک پرانی ضرب المثل میں کہا گیا ہے :-

اگر انسان نے دولت ضائع کی تو ہمیں سمجھنا
چاہیئے کہ اس نے کچھ نہیں ضائع کیا۔
کیونکہ دولت ایک حقیر چیز ہے۔ اگر انسان
نے تندرستی ضائع کی تو سمجھو کہ اس سے کچھ
چیز کھوئی گئی، کیونکہ انسان کے جسم کے لیئے وہ
ایک ضروری شے ہے۔ لیکن اگر انسان نے
اخلاق ضائع کر دیا تو سمجھ لو کہ اس نے سب
کچھ کھو دیا، کیونکہ اخلاق انسان کے کردار،
جسم اور روح سب کو بناتا ہے اور یہ سب
سے بڑی دولت ہے۔

اسی لیے انسان کی فلاح چاہنے والوں نے ہمیشہ اخلاق پر خصوصی زور دیا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔

اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا — تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اخلاق کے ساتھ ساتھ اپنی زبان پر بھی پوری طرح آدمی کو قابو کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ذرا سا گوشت کا ٹکڑا فتنہ و فساد کی جڑ بھی ہے اور سکون و راحت کا ذریعہ بھی۔ یہ ایسی چیز ہے جو دشمنوں کو دوست بنا دیتی ہے اور دوستوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیتی ہے۔ اس سے انسان کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور اس کی گرفت ڈھیلی ہونے سے وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنی چاہیئے۔ تاکہ دوسروں کے دلوں میں تمہاری قدر ہو اور

تم اچھی نظر سے دیکھی جاؤ۔ ایک جگہ کہا گیا ہے کہ عورت کے ہاتھ لمبے ہونے چاہئیں اور زبان چھوٹی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو کام زیادہ کرنا چاہیئے اور بولنا کم۔

واقعی یہ ایک سنہرا اُصول ہے۔ اگر کوئی عورت اس کو اپنی زندگی میں اپنا لے یعنی کم بولے اور کام زیادہ کرے تو کوئی دن میں آپ سے آپ اس کی عزت ہوگی۔ اس کی ضرورت کی چیزیں بغیر کہے فراہم کر دی جائیں گی، اور گھر کا ہر فرد اس کی طرفداری میں ہوگا کیونکہ یہ خیال کیا جائے گا کہ یہ تو بولتی ہی نہیں بیچاری بے زبان ہے۔ یعنی اس کا چپ رہنا اس کے لئے برکت کا موجب ہوگا اور گھر کا بچہ بچہ اس کی حمایت کرے گا۔

یہاں خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ اپنی خیریت سے مطلع کرنا۔

خیر اندیش

تمہارا باپ

(۴)

نماز کی تلقین

پیاری بیٹی سلام مسنون

تمہارے بھیجے ہوئے سب خط مل رہے ہیں۔ خطوں کو پڑھ کر ہم لوگ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے تمہیں یہ سکون اور اطمینان عطا فرمایا۔ تمہیں بھی اس مالک کا دل سے شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے کہ ہمیشہ اس کی عنایتیں تمہارے حال پر رہی ہیں۔ ذرا غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اُس کے کیسے کیسے احسانات ہیں۔ تمہیں چھوٹے سے بڑا کیا۔ تم بے سہارا تھیں۔ تمہیں سہارا عطا فرمایا۔ باپ کو شفیق بنایا۔ ماں کے مرنے کے بعد ایسی ماں دی جس نے تمہاری پرورش کے سامنے اپنے آرام کی پروا نہ کی۔

اس کے علاوہ تم بے علم تھیں، اللہ نے تمہیں
علم کی دولت سے نوازا۔ تم سے بات تک نہ
کرنی آتی تھی اس نے تمہیں تحریر و تقریر کا
ہنر دیا نیز باغپت جیسی چھوٹی جگہ سے نکال کر
بمبئی جیسے شہر میں پہنچا دیا۔

• بالفرض یہ مواقع تمہیں حاصل نہ ہوتے اور بقول حضرت جی کے اگر تم خدانخواستہ لولی، لنگڑی، اپاہج ہوتیں یا کسی چوڑھی چماری پنہاری کے گھر پیدا ہوتیں تو کتنی خراب بات ہوتی۔ کیا یہ اُس کا احسان نہیں کہ اس نے تمہیں سیت تندرر و توانا بنایا۔ ایک اعلیٰ خاندان میں پیدا کیا۔ اچھے لوگوں میں تمہاری شادی کی۔ اِن باتوں پر تم جتنا بھی غور کرو گی تو خداوند کریم کے احسانات سے گردن جھکی ہوئی پاؤ گی۔ اِسی لیے میں کہتا ہوں کہ اس مالک کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

یہاں کے ماحول کو تم بھولی نہیں ہو گی۔ نماز، روزہ، تلاوت یہی ہماری تعلیم ہے۔ انہی باتوں کو سامنے رکھ کر تمہاری تربیت کی گئی ہے۔ شادی سے پہلے ہم لوگ یہ سوچا کرتے تھے کہ تم جہاں جاؤ گی دینداری کا ماحول ساتھ لے جاؤ گی۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ نیا ماحول پہلے ہی سے اس رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ گویا تمہارا کام آسان ہو گیا۔ ہاں یہ ڈر ہے کہ نئی نئی دلہن کے ساتھ پہلے پہلے کچھ تکلف ہوتا ہے اس لیے شروع شروع میں نماز کے لئے کوئی کچھ نہ کہے اور تمہیں اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ مل جائے اور نماز نہ پڑھو۔ لیکن یہ عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ عقلمندی یہی ہے کہ آدمی اپنے پیدا کرنے والے کو کبھی نہ بھولے ہمیشہ اس کے احسانات کو یاد

رکھے، نوافل کا اہتمام نہ ہو تو کم از کم فرائض کو ہرگز نہ چھوڑے فرائض میں نماز کا مقام سب سے بلند ہے

نماز ایک ایسا فریضہ ہے کہ اس کی ادائیگی سے مالک تو خوش ہوتا ہی ہے پڑھنے والے کو بھی بے انتہا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح پاکی ناپاکی کا احساس ہوجاتا ہے۔ ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ دیکھ رہے ہیں اور دل میں خوف لگا رہتا ہے کہ کوئی کام ایسا نہ کرو جس سے خدا ناراض ہو۔ نمازی آدمی کی زندگی پاک صاف گذرتی ہے وہ دُنیا والوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ اور خدا کو کارساز، حاجت روا، دعاؤں کا سننے والا اور مرادیں پوری کرنے والا سمجھ کر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا، کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ ایسے لوگوں کے کام غیب سے ہوتے ہیں۔ جس کا بارہا تجربہ ہوچکا ہے۔

بہرحال، نماز کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ کسی وقت اور کسی حال میں اس کو مت چھوڑنا اور کوشش کرنا کہ دوسرے لوگوں پر بھی اس کا اثر پڑے باقی دعا۔

تمہارا خیر خواہ

۵

حسنِ سلوک

پیاری بیٹی ! تم پر اللہ کی رحمت ہو۔

تمہارا خط ملا۔ تم نے میرا خط دیر میں پہنچنے کی شکایت لکھی ہے۔ کیا کہوں میں خود چاہتا ہوں کہ تمہیں جلدی جلدی خط لکھوں مگر وقت اتنی تیزی سے گذر جاتا ہے کہ پتہ ہی نہیں چلتا۔ ابھی سورج نکلا اور شام ہوئی پھر دوسرا دن آدھمکا بہرحال یہ خط شروع تو کر دیا ہے۔ خدا کرے تم تک پہنچ جائے۔

تم نے لکھا ہے کہ میں اب بی بی کے یہاں آگئی ہوں۔ بہت ہی اچھا ہوا۔ تنہا رہنے سے کسی کے ساتھ رہنا اچھا ہوتا ہے۔ مگر دیکھنا وہ تمہاری بھاوج ہیں اور تم سے پہلے اس گھر میں آئی ہیں۔ ان کے رُتبے کا خیال رکھنا۔ ان کی طرف سے جو پیہم عنایات اب تک تمہارے حال پر رہی ہیں، وہ قابل ستائش ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ زندگی کی صبح ہوتے ہی تمہاری جیسی بھاوج کسی دوسری لڑکی کو مل سکے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہی ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کی قدر کرو اور سمجھ لو کہ آب وہی تمہاری سب کچھ ہیں۔

امّاں، ابّا، پھوپھی، خالہ غرض سب کچھ۔ وہ اگر کسی وقت کسی بات پر تمہیں کچھ کہیں تو تمہارا فرض ہے کہ اس کو سنو۔ اگر تمہارے مزاج کے خلاف بھی کوئی بات ہو تو اُسے پی جاؤ اگر تم ایسا کروگی تو اپنی معصوم زندگی میں جنّت تعمیر کرلوگی اور اگر بیوقوف لڑکیوں کی طرح موقع محل کو نہ سمجھا تو عمر بھر پریشان رہوگی۔

اصل بات یہ ہے کہ جب لوگ مل جل کر رہتے ہیں، معاملات میں ایک دوسرے سے واسطہ پڑتا ہے تو کبھی نہ کبھی ایسی بات ہو جاتی ہے کہ ایکدوسرے سے شکایت ہو جائے اگر اُس کی طرف دھیان دیا جائے تو وہی ایک دن فتنہ بن جاتی ہے ایسے معاملات کو دُنیا والے بھی ہوا دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کو تماشہ دیکھنے میں مزہ آتا ہے۔ مگر تم عقلمند لڑکیوں کی طرح ایسی باتوں سے اپنے دامن کو بچانا اور دنیا والوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع نہ دینا۔ ہم بھی اکثر تم پر ناراض ہوتے تھے۔ لیکن تم سمجھتی تھیں کہ یہ ناراضگی میرے بھلے کے لیے ہے۔ اس لیے کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتی تھیں۔ اسی طرح اب وہاں بھی خیال رکھو۔

ہوسکتا ہے کہ کچھ چیزیں تمہارے مزاج کے مطابق نہ ہوں مگر یاد رکھو دنیا کی کسی بہو کے لیے بھی پہلے سے بنا بنایا ماحول نہیں ملتا کہ سسرال میں پہنچتے ہی اس کے لئے تختِ طاؤس بچھ جائے۔ وہاں کا ہر فرد و بشر ہاتھ باندھے موم کی

گڑیوں کی طرح سامنے کھڑا رہے۔ اور آٹھ پہر اس کے حکم پر جھکا رہے۔ اس کے لئے تو اسے خود ماحول بنانا پڑتا ہے۔ اپنا حکم چلانے کے لئے پہلے خود حکم ماننا پڑتا ہے، اسی سانچے میں اپنے آپ کو نکالنا ہوتا ہے جس میں وہ دوسروں کو ڈھالنا چاہتی ہے۔ کسی نے اسی بات کو اس طرح کہا ہے کہ اگر اپنی عزت کی خواہش ہے تو پہلے دوسروں کی عزت کرو۔ یہ بات سو فی صدی ٹھیک ہے۔ مخاطب سے اگر تم آپ اور جناب سے گفتگو کروگی تو وہ بھی انہیں خطابات سے نوازے گا۔

نئے گھر کے بچوں سے پیار بڑوں کا احترام اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ مل جل کر لڑکی کے لئے دلوں میں جگہ پیدا کرتا ہے۔ اور اس طرح محبت کا انکھوا پھوٹتا ہے جو مسلسل خدمت سے تناور درخت بن جاتا ہے جس کے ٹھنڈے سایہ میں عورت آگے چل کر اطمینان کا سانس لیتی ہے۔

آج کل گھروں میں ایسے بہت سے جھگڑے چل رہے ہیں۔ ساس بہوؤں کی لڑائی، نند بھاوجوں کے قصے اچھے خاصے سماجی روگ ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر دن رات نوک جھونک ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بہت سے خاندانوں کا سکون ختم ہوگیا ہے، کیا اچھا ہو کہ تم اپنے عمل سے نمونے کی دلھن بن کر دکھاؤ اور موجودہ سماج کے اندھیروں میں شمع روشن بن کر چمکو۔ ہر عورت تمہیں اور تمہارے گھر کے سکون کو دیکھ کر کہے کہ واقعی گھر ایسا ہونا چاہیئے۔

خدا حافظ۔

تمہارا خیر اندیش

۶

سب کی خدمت

پیاری بیٹی سلام مسنون

تمہارا خط ملا۔ پڑھکر مسرّت بھی ہوئی اور فکر بھی مسرّت تو اس لیے کہ تمہاری خیریت ملی۔ فکر اس لئے کہ تم نے لکھا ہے کہ "میں پلنگ پر بیٹھی رہتی ہوں اور ابتک یہاں آکر کوئی کام نہیں کیا"، تمہارا اس طرح پلنگ پر چڑھے بیٹھے رہنا ہی سسرال والوں کی خوش اخلاقی کا ثبوت ہے۔ مگر یہ بات تمہارے لئے کچھ زیادہ اچھی نہیں کیونکہ پرانی بات چلی آتی ہے کہ آدمی کے پاس کام نہیں ہوتا تو وہ یا تو بیمار ہو جاتا ہے یا پھر کسی سے لڑنے لگتا ہے۔ یہ دونوں باتیں تشویشناک ہیں۔

کام کرنے کی ایک عادت ہوتی ہے جو نہ کرنے سے رفتہ رفتہ چھوٹ جاتی

ہے۔ ایسا آدمی نکما نکھٹو کہلانے لگتا ہے۔ دراصل انسان کے محاسن کو پرکھنے والی چیز دولت نہیں بلکہ یہ کام کی عادت ہے اگر آدمی کام پر سوار رہتا ہے تو ہر جگہ اس کے لئے عزت ہے نہیں تو کوئی دو کوڑی کو نہیں پوچھتا، اور وقت الگ برباد ہوتا ہے۔

وقت ایک قیمتی شے ہے تمہیں اس بات کا احساس ہونا چاہیئے۔ جو وقت گذر جاتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ آج ہماری زندگی سے وقت کی قدر جاتی رہی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی پوری زندگی وقت کی پابند ہے۔ نماز پڑھنے روزہ رکھنے میں تم جانتی ہو کتنی وقت کی پابندی کی جاتی ہے۔ اگر نماز وقت سے بے وقت پڑھ لی جائے یا روزہ افطار کرنے میں ذرا وقفہ ہو جائے تو عبادت فاسد ہو جاتی ہے اور سب محنت اکارت جاتی ہے یہ عبادتیں مسلمانوں کو وقت کی پابندی اور مسلسل کام میں لگے رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اگر ہم دیکھیں تو ہمہ وقت کام میں مشغول نظر آئے گی۔ کبھی تبلیغِ دین کا کام ہو رہا ہے۔ کبھی اللہ کے سامنے سربسجود ہیں۔ کبھی کسی کی عیادت ہے تو کبھی گھریلو کام دھندے میں مصروف ہیں۔ ان کے علاوہ جہاد کی مشغولیتیں الگ ہیں۔

سیرت کی کتابوں میں آیا ہے کہ حضورؐ آٹا گوندھ لیتے تھے۔ جوتے خود سی لیتے تھے۔ کپڑے آپ دھوتے تھے۔ جھاڑو دیتے تھے۔ برتن صاف کر لیتے تھے غرض کسی کام کے کرنے میں عار نہ تھا۔ ہمارے لئے حضورؐ کی زندگی ایک روشن مثال ہے۔ ہمیں بھی یہی راستہ اپنانا چاہیئے۔

اس وقت تم وہاں نئی نئی ہو۔ اس لیے اُن لوگوں نے کام نہیں کروایا۔ جانے دو تم دوسرے ڈھنگ سے اوقات کو کار آمد بنالو۔ کچھ لکھنے پڑھنے کا کام شروع کر دو۔ اپنی تعلیم بڑھاؤ۔ کتابیں نہ ہوں تو کتابیں منگوالو۔ ہاں کتابیں ایسی ہوں جن سے اخلاق سدھرے اور تمہیں اللہ کے احکامات کا پتہ چلے۔

تم جانتی ہو کہ بہت سے لوگ عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ لیکن دراصل تعلیم بذاتِ خود کوئی بری چیز نہیں ہے۔ وہ عورتوں کے لیے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی مردوں کے لئے مگر یہ ضرور ہے کہ سامنے ایک مقصد ہو وہ اخلاق وعمل سدھارنے والی ہو اور اپنے دین کی طرف رہنمائی کرتی ہو۔ یہاں میں چند ایسی کتابوں کی طرف اشارہ کر دوں جو واقعی اچھی ہیں۔ اور پڑھنے والوں پر اچھا اثر ڈالنے والی ہیں۔

میرے خیال میں عورتوں کے لئے سب سے اچھی کتاب تو بہشتی زیور ہے۔ اس کے بعد مولانا نذیر احمد دہلوی اور علاّمہ راشد الخیریؒ کی لکھی ہوئی کتابیں بھی پڑھنے کے لائق ہیں۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا رسالہ دینیات اور خطبات تو وہاں مل ہی جائیں گے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے ان کا مطالعہ ضروری ہے یہ بڑے موثر اور کار آمد رسالے ہیں اور موجودہ زمانے کے مزاج کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے عقائد بھی درست ہو جاتے ہیں اور آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کا معیارِ زندگی کیا ہونا چاہیئے نیز ایک مسلمان عورت گھر کی چہار دیواری میں رہ کر کس طرح دین کا کام کر سکتی ہے؟

گھر کی چہار دیواری کا نام سن کر بعض عورتیں بُرا مان جاتی ہیں۔ وہ تعلیم کا مفہوم یہ سمجھتی ہیں کہ ماڈرن بن جائیں۔ سر کے بال کٹا کر مردوں کے ساتھ کلبوں میں گھومتی پھریں۔ مگر تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ محض سراب ہے۔ حقیقی مسرّت گھر کی چہار دیواری میں رہ کر اور پاکیزہ زندگی بسر کر کے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ایسی عورتوں اور ماڈرن عورتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ماڈرن قسم کی عورتوں کو سکونِ قلب میسر نہیں۔ اُن کی زندگی بناوٹی ہے۔ جب یہ بناوٹی خول اترتا ہے تو وہ تاریکیوں میں سما جاتی ہیں لیکن دینداری کے ساتھ زندگی بسر کرنے والی عورتیں ہمیشہ شاد و خرّم رہتی ہیں۔ ہر گھر ہر خاندان ہر سماج میں اُن کی عزّت ہوتی ہے اور اُن کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ مسلمانوں میں ایسی عورتوں کی لمبی فہرست ہے۔ حضرت خدیجہ رضؓ، حضرت عائشہ رضؓ، حضرت فاطمہ رضؓ یہ وہ پاک نفس عورتیں ہیں جنھوں نے دینداری کے ساتھ زندگی گذاری، اسلام کے لئے ہر تکلیف برداشت کی اور آج اُن کی قربانیوں اور ان کے کاموں کو پڑھ کر ہم ان کا نام اِحترام سے لینے پر مجبور ہیں۔ آج بھی اگر اُن کے اُسوہ پر عمل کیا جائے تو عورت کو عزّت کا مقام پھر مل سکتا ہے۔

خیر اندیش

تمہارا باپ

۷

بُری رسموں سے بچو

پیاری بیٹی سلّمہا

تمہارے ہاتھ کی بُنی ہوئی بیل کا پارسل ملا۔ بڑی خوبصورت ہے دیکھ کر بے انتہا مسرّت ہوئی۔ اس لیے اور بھی زیادہ ہوئی کہ تم نے وہاں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس طرح تمہارا دل بھی بہلے گا اور ایک ہنر تمہارے پاس آجائے گا۔ حقیقت میں عورت کے لئے گھر میں کام کرتے رہنا سب سے بڑی راحت ہے ایسی عورت کی ہر جگہ تعریف ہوتی ہے اور اس کو سلیقہ مند کہا جاتا ہے۔

گھر میں صفائی ستھرائی۔ چیزوں کی نگہداشت اور بچّوں کی تربیت بڑے اہم کام ہیں اگر اس طرف دھیان دیا جائے تو گھر چمک اٹھتا ہے اور برکت کا سایہ رہتا ہے۔ اسلام کی نظر میں صفائی ستھرائی چیزوں کی دیکھ ریکھ اور کام

کرنے کی عادت کی بڑی اہمیت ہے۔ آج کل عورتیں ان باتوں کو چھوڑ کر دوسری لایعنی باتوں میں لگی ہوئی ہیں۔ اسی کے باعث پریشان ہیں پلنگ پر بیٹھے بیٹھے پان کھانا اور پیکدان کو بھرتے رہنا اُن کا خاص مشغلہ بن گیا ہے۔ اور اگر کبھی اس سے فرصت ملتی ہے تو پھر رسموں کا چکر ہے۔ پیدائش سے لے کر موت تک رسموں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ اب چھوچھک ہے اب نیگ کی رسم ہے پھر نشانی ہے تعویذ گنڈے، رجب کے کونڈے، بی بی کی صحنک، کربلا کی سقائی اور مزاروں کی حاضری غرض کہاں تک بیان ہو اچھی خاصی شیطان کی آنت ہے اور مزا یہ ہے کہ یہ سب باتیں اسلام کا نام لے لیکر کی جاتی ہیں حالانکہ اسلام میں ان کا کہیں پتہ بھی نہیں۔

اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر لوگوں نے بہت سی رسمیں بنا رکھی ہیں۔ نکاح سے بھی زیادہ ان پر زور دیا جاتا ہے۔ برادری کے دباؤ اور ناک کٹنے کے خوف سے بہت سے غلط کام کئے جاتے ہیں، بٹنا، سہرا، آتش بازی چوتھی بہوڑہ ان سب باتوں کے لیے روپیہ اُدھار لیا جاتا ہے جو عقلاً بھی خراب اور اللہ کی ناراضی سو الگ۔

ہمارے سامنے حضورؐ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ خود اُن کی اور اُن کی بیٹیوں کی شادیاں ہوئیں نہ دھوم دھڑکا، نہ تاشے باجے، نہ سہرا کنگنا نہ آتش بازی۔ کرتے بھی کہاں سے؟ اُن کو اللہ کے دین کے کام سے فرصت ہی کہاں ملتی تھی۔ اُن کی زندگی میں دعوت و تبلیغ کے سوا اور دلچسپیوں کے لئے وقت ہی کہاں تھا۔ ہم لوگوں نے دین کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور خواہ مخواہ

کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں حالانکہ آخرت میں ان رسموں کی نہیں دین کی خدمت کی باز پُرس ہوگی۔

ہم سے پہلے قوم بنی اسرائیل کو اس مقام پر کھڑا کیا گیا تھا مگر انھوں نے اپنے مرتبہ کی پرواہ نہ کی اور اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ کر دوسرے کام شروع کر دیئے۔ غیر اہم باتوں کو اہم بنالیا اور حرام چیزوں کو حلال کرلیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عزّت کا تاج ان سے چھین لیا گیا۔ ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کیونکہ وہی آزمائش آج ہمارے سامنے ہے ہمیں اس منزل میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی مرضی معلوم کرنی چاہیئے کہ وہ کیا چاہتے ہیں خصوصًا عورتوں کو اور بھی زیادہ دین کے کاموں سے رغبت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ رسموں کا گورکھ دھندا انھیں کے دم سے زندہ ہے اگر وہ سنبھل جائیں تو سارا سماج ٹھیک ہو جائے۔ کون سی بات ہے کہ اگر وہ ضد پر آجائیں اور نہ منواسکیں ہاں ذرا حکمت اور علم کی ضرورت ہے۔ مناسب موقع پر اگر ایک اچھے ڈاکٹر کی طرح مریض کا علاج کیا جائے تو انشاء اللہ تعالےٰ نتیجہ اچھا برآمد ہوگا۔

اصلاح کا طالب

تمہارا باپ

۸

تربّیتِ اطفال

پیاری بیٹی السّلام علیکم

تمہارا خط نہ آنے سے تمہارے امّی تمہارے لئے بےچین ہیں۔ یہ ایک قدرتی بات ہے۔ دُنیا بھر کی مائیں ایک سی ہوتی ہیں انھیں اپنے بچّوں سے دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ اس کی ذراسی تکلیف سے وہ بےچین ہو جاتی ہیں۔ ذرا روتا دیکھتی ہیں تو اُن کا دل بھر آتا ہے۔ چلتے چلتے بچّہ کہیں گر گیا تو کلیجہ دھک سے ہو جاتا ہے۔ دوڑ کر اُٹھاتی ہیں پیار کرتی ہیں اور اپنے آرام کو تج کر اُن کی دیکھ ریکھ کرتی ہیں۔ یہی بچّے بڑے ہو کر زندگی اور سماج کے بنانے میں حصّہ لیتے ہیں۔ سچ پوچھو تو محبّت سے بھی زیادہ ان کی تربّیت کی ضرورت ہے۔ اگر شروع ہی سے انھیں نیکی کی ترغیب دلائی

جائے اور بُری باتوں سے روکا جائے تو آگے چلکر وہ
بہترین انسان بن سکتے ہیں اس میں اپنا بھی فائدہ
ہے اور ان کا بھی، اور اگر خدانخواستہ وہ بے راہ
ہو گئے تو نہ صرف اپنا نقصان ہوتا ہے بلکہ دنیا کے
لیے بھی وہ عذاب بن جاتے ہیں۔

یہ ذکر میں نے اس لیے چھیڑا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس آج کل تمہاری نند کے بچے آئے ہوئے ہیں۔ بچے چاہے اپنے ہوں یا پرائے بہر حال وہ انسانیت کی امانت ہیں۔ ان کی تربیت کرنا اور ان کے مستقبل کو بنانا ہمارا فرض ہے۔ بچوں کے مستقبل کا اچھا برا ہونا دراصل تربیت ہی پر منحصر ہے جب کبھی میں نے اس بات پر غور کیا تو ساتھ ہی دو کہانیاں میرے دماغ میں گھوم جاتی ہیں ایک تو اس بچے کی جس نے پھانسی کے تختہ پر لٹکنے سے پہلے اپنی آخری تمنا اس طرح پوری کی تھی کہ اپنی ماں کے کان کو اپنے دانتوں سے چبا لیا تھا۔ اور بوڑھی ماں کو لہو لہان کر دیا تھا۔ لوگوں کے پوچھنے پر لڑکے نے یہ راز افشا کیا کہ آج مجھے پھانسی اسی ماں کی بدولت مل رہی ہے۔ کیونکہ اگر یہ مجھے پہلے دن جبکہ میں مدرسہ سے قلم چرا کر لایا تھا چوری کی برائی بتا کر چوری کرنے سے منع کرتی تو میں چوری کرنے کا عادی نہ ہوتا اور آج پھانسی کے تختے پر نہ لٹکتا۔

اس قصے کی اصل کچھ ہو مگر ہے سبق آموز اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ماں بچے کی پہلی درسگاہ ہے جہاں بچہ پلتا بڑھتا ہے۔ اور بہت کچھ سیکھتا ہے۔ قرآن پاک کی آیت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے جس کا ماحصل ہے۔

کہ سب بچے اچھی فطرت پر پیدا ہوتے
ہیں مگر ان کے ماں باپ ان کو عیسائی، یہودی
یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔

جس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ ماں باپ پر بچے کی تربیت کی خاص ذمہ داری ہے۔ اُن کی ذرا سی غفلت کام بگاڑ سکتی ہے۔ جس کا نتیجہ نہ صرف دنیا میں بلکہ مرنے کے بعد بھی بھگتنا پڑے گا۔ جو لوگ آخرت پر سچا یقین رکھتے ہیں وہ اپنی اولاد کی تربیت شروع ہی سے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق کرتے ہیں اس سلسلے میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے بچپن کی سچی حکایت یاد دلاؤنگا کہ تم پڑھو اور اس پر غور کرو۔

اُن کی والدہ پرانے وقتوں کی سیدھی سچی عورت تھیں انھوں نے اپنے نورِ نظر کی پرورش میں انھیں باتوں کا خیال رکھا جو اللہ کو پسند ہیں۔ چنانچہ تم نے سنا ہی ہے کہ جب وہ بغداد تعلیم حاصل کرنے تشریف لے جا رہے تھے تو انھوں نے اُن کی صدری میں چالیس اشرفیاں سی دی تھیں اور چلتے وقت کہہ دیا تھا کہ قادر اب تم جا رہے ہو۔ دیکھو کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ جھوٹ ایک بیماری ہے جس کو لگ جاتی ہے اس کو تباہ کر دیتی ہے۔ ایسے آدمی سے اللہ بھی ناراض ہو جاتا ہے۔ بچے نے اتنا سن کر سر جھکا دیا جیسے پلے میں گرہ باندھ رہا ہو۔

پھر راستے میں وہ واقعہ پیش آیا جس کو دیکھ کر ڈاکوؤں کے پورے گروہ نے چوری سے توبہ کی۔ یہ سب ایک ماں کی پرخلوص تربیت کا نتیجہ تھا۔

آج بھی اگر مائیں اس کام کی طرف لگ جائیں تو سماج کی گندگی کو دور کیا جاسکتا ہے۔ سماج افراد کے اکٹھا ہونے سے بنتا ہے جب افراد نیک، اچھے اور پرہیزگار ہوں گے تو سماج اپنے آپ ہی سُدھر جائے گا۔ سماج کے سُدھرنے سے دنیا کی اصلاح ہوگی اس اصلاح کا سہرا عورت کے سر ہوگا۔ پھر وہ مرد سے کہہ سکتی ہے کہ جب دنیا کو تم نہیں سدھار سکے اسے ہم نے سُدھار لیا۔ اس سے عورت کا مقام بھی اونچا ہوگا۔ مجھے امّید ہے کہ تم عورت کے اس کام کو سمجھنے کی کوشش کروگی۔

خیر طلب

۹

شوہر کے حقوق

عزیز بیٹی!

ہم نے تمہیں بلانے کے لئے مسعود میاں کو لکھا تھا لیکن انھوں نے کسی سبب سے انکار لکھدیا ہے شاید تمہیں اس بات کا افسوس ہو مگر یہ کوئی افسوس کی بات نہیں اوّل تو آنا جانا اور آب و دانہ یہ سب قضا وقدر کے معاملات ہیں جس میں آدمی کی کچھ چلتی نہیں پھر مسعود میاں کی بات ہے۔ انھوں نے اگر اب انکار لکھ دیا ہے تو آیندہ سہی ان کا حکم ماننا تمہارے لیے ضروری ہے۔ وہ جو کہیں اس پر عمل کرنا تمہارا فرض ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے عورتوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے۔ ایک حدیث بہت دن ہوئے میری نظر سے گذری تھی وہ میں تمہیں

لکھ کر بھیجتا ہوں۔ خدا کرے وہ تمہارے لئے
شمعِ ہدایت ثابت ہو۔

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مہاجرین اور انصار کی جماعت میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک اونٹ آیا اور آپؐ کو سجدہ کیا۔ اس پر آپؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ کو جب چوپائے سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کریں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور میری تعظیم کرو۔ اگر میں کسی کی بابت سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اور خاوند کا اتنا بڑا حق ہے کہ اگر وہ یہ کہے کہ زرد پہاڑ سے پتھر اٹھا کر کالے پہاڑ پر لے جا اور کالے سے سفید پر لے جا تو عورت کے ذمّہ ضروری ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرے۔ (مسند امام احمد)

اس حدیث کی روشنی میں اگر عورتیں اپنی ذمّہ داری کو محسوس کریں تو آج کی خانگی بے چینیاں سکون سے بدل سکتی ہیں۔ عورت کا اپنے شوہر سے عمر بھر کا تعلّق ہے آپس کی محبت، عزّت اور ایک دوسرے پر اعتماد کرنے

سے گھر میں اچھا ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف اگر ذمہ داری کا احساس نہ ہو تو اکثر بدمزگی رہتی ہے۔ عورت کے لیے اپنے شوہر سے زیادہ دنیا میں اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہمیشہ اس کے مزاج کا خیال رکھنا چاہیئے اس کے حکم کو خندہ پیشانی سے ماننا چاہیئے۔ اس ضمن میں ایک اور حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ بھی سننے کے لائق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ایسی عورت کے متعلق فرمایا ہے کہ جس کا شوہر ہو اور اس کے پاس اتنا مال بھی ہو کہ (اس سے حج فرض ہو جائے) لیکن اس کا شوہر اس کو حج کرنے کی اجازت نہ دے تو وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر حج کو نہیں جا سکتی۔"

حج ایک مقدس فریضہ ہے یہ رکنِ اسلام میں سے ایک رکن ہے مگر عورت کے لئے اس فریضے کی ادائیگی کے لئے اپنے شوہر سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اجازت دے تو جانا چاہیئے۔ اگر وہ اجازت نہ دے تو نہیں جانا چاہیئے۔ صبر، سمجھداری اور ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا کامیاب زندگی کی بنیادیں ہیں۔ اِن باتوں کو جاننے اور پہچاننے والوں کی زندگی ہمیشہ قابلِ رشک گذرتی ہے۔ لیکن اس کے لئے بڑا بڑا خون پسینہ ایک کرنا ہوتا ہے۔ شروع شروع میں دماغی رفاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرد کی باتوں کو ماننا پڑتا ہے تب کہیں جا کر وہ مقام حاصل ہوتا ہے جہاں ازدواجی زندگی میں

بشاشتوں کی بارش ہوتی ہے۔

عورتیں جو شادی کے فوراً بعد اپنے حقوق طلب کرتی ہیں اور جو خدمت کرنے سے پہلے ہی حکم چلانا چاہتی ہیں جن کو اعتماد حاصل کئے بغیر عزّت کی تمنّا ہوتی ہے ، اُن کا مستقبل زیادہ اچھّا نہیں ہوتا۔ لیکن جن عورتوں میں خدمت کی صلاحیت ہوتی ہے جو اپنے گھر کو گھر سمجھ کر زندگی گذارتی ہیں اور اپنے شوہروں کے آرام و آسائش کا دھیان رکھتی ہیں وہ ہمیشہ خوش رہتی ہیں ان باتوں کا تجربہ تمہیں بھی ہو گیا ہو گا۔ دیکھو جن چیزوں پر ہم بچپن میں تنبیہہ کرتے تھے آج وہ تمہارے کام آرہی ہیں۔ یہ باتیں بھی تمہارے کام آنے والی ہیں۔ دراصل ماں باپ کو اپنی اولاد سے جس قدر محبّت ہوتی ہے وہ دکھانے کی چیز نہیں۔ اُن کی ہر آن یہی تمنّا رہتی ہے کہ ہماری اولاد کو ہر طرح کی راحت اور عزّت نصیب ہو ان کو کہیں کسی جگہ بھی کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ اسی لیے وہ ان کو ہر وہ بات بتانے کے لئے تیار رہتے ہیں جو ان کو غلط راہ پر لے جانے والی ہو یا تکلیف دینے والی ہو۔ مندرجہ بالا باتیں بھی اسی لیے تحریر کی گئی ہیں کہ تم اِن کو پڑھو اور فائدہ اٹھاؤ۔

اصلاح کا طالب

(۱۰)

عورت کے فرائض

پیاری بیٹی! خوش رہو۔

اس سے پہلے خط میں تمہیں کچھ باتیں خانگی معاملات کے سلسلے میں لکھی تھیں۔ امید ہے کہ تم نے اُن پر غور کیا ہو گا۔ یہ تم بھی جانتی ہو کہ وہاں رہتے ہوئے تمہارا سب سے بڑا واسطہ مسعود میاں سے ہے۔ اب تک وہ تمہارے لئے اجنبی تھے مگر اب وہ تمہاری زندگی کے ساتھی ہیں۔ سب سے بڑے ہمراز ہیں۔ سب سے زیادہ ہمدرد ہیں۔ تمہیں ایسا ہی سمجھنا چاہیئے کہ اُن کی ہر خوشی کو اپنی خوشی اور اُن کی ہر تکلیف کو اپنی تکلیف جانو حتیّ الامکان اس بات کی کوشش کرو کہ اُن کے دل میں تمہارے لئے جگہ پیدا ہوتی چلی جائے اور وہ سوچنے لگیں کہ تم

سے بڑھکر کوئی اُن کا ہمدرد نہیں ہے۔ وہ جب گھر
میں ہوں تو عزّت سے پیش آؤ اور جب باہر سے آئیں
تو خندہ پیشانی سے استقبال کرو۔ گھر میں آتے ہی
اپنے مطالبات یا دوسری الجھنیں سامنے رکھنا اچھا
نہیں ہوتا کیونکہ نہ جانے وہ کس پریشانی میں ہوں
اس پر مزید گھر کے معاملات۔ اس سے دماغ میں
انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ مطالبات اور گھر کے معاملات
رکھنے کا صحیح وقت وہ ہے جب کہ ضروریات سے
فراغت ہو جائے اور دماغ کو سکون ہو۔

آج کل بہت سی عورتوں کو مردوں کے بارے میں یہ شکایت ہے کہ وہ ہوٹل میں اپنی آمدنی کا بہت سا حصہ برباد کرتے ہیں لیکن اس پر غصہ ہونے کے بجائے اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو مردوں کی اس بے راہ روی میں عورتوں کی بے پروائی کا زیادہ دخل ہے۔ کیونکہ اگر مرد گھر کے ماحول اور خوراک سے مطمئن ہو تو بھولے سے بھی ہوٹل کا رخ نہ کرے گا۔

بات یہ ہے کہ جب آدمی کماتا ہے تو وہ اچھا کھانا بھی چاہتا ہے۔ اگر اُس کو وقت پر مناسب ڈھنگ سے پکا ہوا کھانا مل جائے تو دل کو سُرور حاصل ہوتا ہے، ورنہ دوسری حالت میں واقعی تنخواہ کی اچھی خاصی رقم غائب ہو جاتی ہے جس کا اثر گھر کے بجٹ پر پڑتا ہے۔ اسی لئے عورتوں کا فرض ہے کہ وہ گھر کی فضا کو صحت مند بنانے کی کوشش کریں، کھانا پکانے اور کھلانے میں دلچسپی

لیں۔ کبھی کبھی اسپشل فوڈ کا پروگرام رکھیں۔ مرد جب کام سے واپس ہو تو خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہیں پھر دیکھو گھر کیسا جنّت کا نمونہ بن جائے گا۔

کبھی کبھی گھر کی دوسری باتوں پر اظہار خیال بھی اچھا ہوتا ہے، مثلاً بچّوں کی تعلیم و تربیّت، دودھ والے کا تذکرہ یا دھوبی کی دھلائی وغیرہ کی بات چیت اس سے مردوں میں گھر سے دلچسپی لینے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

مگر آج کل ہو یہ رہا ہے کہ خود عورتوں کو گھر سے دلچسپی کم ہو گئی ہے۔ وہ گھر میں کم ٹھہرتی ہیں۔ گھر کے فائدے نقصان کی انھیں پرواہ نہیں رہی۔ ہاں! عورتوں کے حق میں تقریر کرنا ایک فیشن ہو گیا ہے۔ عورتوں کو اوپر اٹھاؤ، انھیں تعلیم دلاؤ، اُن کی انجمنیں قائم کرو۔ یہ سب کچھ قوم کی ترقی کے لیے ضروری ہے، لیکن انھیں یہ بات کوئی نہیں بتاتا کہ انھیں اپنے گھر میں رہتے ہوئے خانگی حالات کس طرح خوشگوار بنانا چاہیئے۔

حالانکہ اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ گھر سے باہر نکلنے میں طرح طرح کے خطرے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے شاید کچھ سکون ملتا ہو ورنہ زندگی تاریکی میں ڈوب جاتی ہے کیونکہ بُرے لوگ عورتوں کی سادگی سے غلط فائدے اٹھاتے ہیں۔ لیکن گھر میں بیٹھ کر خانگی زندگی گذارنے میں اُن کی عزت محفوظ ہے۔ اور وقار بھی بڑھتا ہے۔ گھر دراصل عورت کی پناہ گاہ ہے اور فتنہ و فساد کے شر سے بچانے والا ہے۔ جو عورت گھر میں بیٹھتی ہے وہ اللہ تعالےٰ کا حکم مانتی ہے اور اسی کے ساتھ ہزار دو ہزار فتنوں سے محفوظ رہتی ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

"تم اپنے گھروں میں جمی ہوئی بیٹھی رہو۔
یہی تمہارا جہاد ہے۔"

(مسند احمد)

جہاد کتنا بڑا فریضہ ہے۔ لیکن عورت کا گھر میں بیٹھنا، گھر کے کام کاج کرنا اس کا بدل ہے۔ مرد اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جنگ کی لمبائیوں میں آگ و خون کے سمندر سے گذرتا ہے تب جا کر کہیں وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے لیکن عورت کو گھر بیٹھے یہ دولت مل جاتی ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر کیا آسانی ہو سکتی ہے کہ ہم خرما و ہم ثواب۔

تمہاری اصلاح کا متمنی

۱۱

اچھی اہلِ خانہ

پیاری بیٹی سلام مسنون

مسعود میاں کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ تم اب الگ گھر میں آگئی ہو۔ یہ ویسے تو خوشی کی بات ہے مگر میرے خیال میں تمہاری ذمّہ داری پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ ایک جگہ رہنے میں تو گھر کے سبھی افراد پر گھر کا بار ہوتا ہے لیکن الگ رہنے میں پورے گھر کی ذمّہ داری ایک آدمی پر آپڑتی ہے بہرحال گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ آدمی تو ہے ہی کام کرنے والی مخلوق اور خصوصًا عورت کا فرض گھر کی دیکھ بھال کرنا ہے چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"بہترین بیوی وہ ہے کہ جب تم اُسے دیکھو تو تمہارا
جی خوش ہو جائے، جب تم کسی بات کا حکم دو تو وہ
اطاعت کرے اور تم گھر میں نہ ہو تو وہ تمہارے پیچھے
تمہارے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔"

اس حدیث میں جو فرائض بتائے گئے ہیں وہ دائمی ہیں، کیا اچھا ہو اگر دنیا کی سب عورتیں ان کو موٹے حرفوں میں لکھ کر اپنے گھر میں ٹانگ لیں تاکہ اٹھتے بیٹھتے یہ فرائض آنکھوں کے سامنے رہیں۔ یہاں میں کچھ اور احادیث نقل کرتا ہوں جو عورتوں سے متعلق ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔

ایک عورت جو پابندِ صوم وصلوٰۃ ہو، جو عفیفہ ہو،
شوہر کو خوش رکھتی ہو جنّت میں جس دروازے سے
چاہے داخل ہو سکتی ہے۔ (بخاری)

جنّت اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور تقرّب کا دوسرا نام ہے، اب جو عورت اس منزل تک پہنچنا چاہتی ہے تو اس کو چاہیئے کہ روزہ نماز کی پابند بنے اپنے شوہر کی اطاعت کرے تاکہ اللہ میاں اُس سے خوش ہو جائیں اور اپنے انعامات سے نوازیں۔

ایک حدیث حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ

"میں اپنی کچھ ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی تھی
کہ حضورؐ کا ہمارے پاس سے گذر ہوا تو آپؐ نے ہمیں
سلام کیا اور فرمایا تم اچھے سلوک کرنے والے شوہروں

کی ناشکری سے بچو ـــــــ پھر فرمایا تم عورتوں میں
سے کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے والدین کے گھر لمبے
عرصے تک کنواری بیٹھی رہتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے
شوہر دیتا ہے اور اس سے اولاد ہوتی ہے پھر کسی بات
پر غصہ ہو جاتی ہے اور شوہر سے یوں کہتی ہے کہ مجھے
تجھ سے کبھی آرام نہ ملا۔ تو نے میرے ساتھ کبھی
احسان نہیں کیا۔"

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی ایک بیماری کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اُن میں ناشکری کا روگ عام طور سے پایا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شوہر کے ساتھ رہ کر بیشتر نعمتیں اس کو ملتی ہیں لیکن ان کو بھول جاتی ہے اور شکایت کرنا اپنا شعار بنا لیتی ہے۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے بلکہ جذبۂ شکر کے ساتھ شوہر کا احترام کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط

"مرد عورتوں پر قوّام ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مرد کے پیچھے اللہ کی نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے خاندانی زندگی کا ناظم مرد کو بنایا ہے اس لیے عورت کو اُس کی اطاعت کرنی چاہیئے اور جب وہ معاش کی تلاش میں گھر سے باہر جائے تو اس کے پیچھے عورت اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے اور پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ اگر یہ کرلیا تو کام ختم ہوگیا نہیں بلکہ قیامت میں اس کی بازپرس ہوگی۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ

"تم میں سے ہر ایک نگراں و محافظ ہے اور تم میں سے ہر ایک سے پوچھا جائے گا ان لوگوں کی بابت جو تمہاری نگرانی میں ہوں گے امیر بھی نگراں ہے اور اس سے بھی اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور شوہر اپنے گھر والوں کا نگراں ہے نیز عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچّوں پر نگراں ہے اور نوکر اپنے آقا کے مال پر نگراں۔ تو تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کی بابت پوچھ تاچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں۔"

یہ حدیث بڑی اہم ہے اور بار بار پڑھنے کے لائق ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرد صرف کھانے پلانے اور خرچ اٹھانے کا ہی ذمہ دار نہیں، بلکہ پورے گھر کے لوگوں کی تعلیم و تربیت، اچھائی برائی اور دین و اخلاق کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اور اسی طرح بیوی کی ذمہ داری شوہر سے بھی بڑھ جاتی ہے اور اپنے شوہر کے مال و اسباب، روپیہ پیسہ کی نگراں تو ہے ہی اسی کے ساتھ بچّوں کی

نگہداشت کی ذمہ داری بھی اس پر ہے اور ان کی تعلیم و تربیت کے بارے میں بھی قیامت کے روز اس سے باز پُرس ہو گی۔

اس حدیث کی روشنی میں اگر عورتیں اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اور آخرت کی جوابدہی کا خیال ہمہ وقت اپنے سامنے رکھیں تو میرا خیال ہے کہ موجودہ ماحول کی بے چینیاں دم کے دم میں کافور ہو جائیں گی۔

تمہارا باپ

۱۲

میلاد شریف

برخورداری ریحانہ سلمہا

تم نے لکھا ہے کہ آج ۱۲ تمہارے یہاں میلاد شریف کی محفل ہے، بہت اچھا ہے اللہ تعالےٰ تمہیں اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائیں۔ معلوم نہیں وہاں میلاد شریف کا کیا طریقہ ہے، یہاں کا حال تو تم دیکھ ہی چکی ہو کہ آس پاس کی عورتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پان کھا کھا کر پیک دان بھرتی رہتی ہیں اور حضورؐ کا نام مبارک سنا تو انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگا لیا اور بس۔

پھر پڑھنے والے بھی ہمیشہ ایک رسمی سا بیان پڑھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ حالانکہ بتانا یہ تھا کہ حضورؐ کے آنے کا مقصد کیا تھا۔ حضورؐ کے وقت میں دنیا کی کیسی خراب حالت تھی لوگ کس طرح اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گئے تھے

مشرق سے مغرب تک کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جو سچے مالک کو پہچان سکتا۔ ہر طرف کفر و شرک کا دور دورہ تھا کہیں نام کو بھی حق کی روشنی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ عرب عجم، چین ہندوستان غرض ساری دنیا برے ڈھب سے شیطان کے پھندے میں پھنسی تھی۔

ایسے نازک وقت میں حضورؐ تشریف لائے۔ لوگوں کو بے خوفی کے ساتھ برائی سے بچنے کی تلقین کی۔ اور ان کو حق کی طرف بلایا۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ وہ دشمنی پر اتر آئے۔ اور طرح طرح سے ستانے لگے۔ لیکن آپؐ نے کوئی پرواہ نہ کی اور برابر یہی کہتے رہے کہ لوگو! ایک اللہ کو پوجو وہی پوجنے کے لائق ہے۔ اسی کے سامنے جھکو کہ اس سے بڑا کوئی نہیں ہے جو مانگنا ہے اسی سے مانگو کہ وہ دینے پر قادر ہے۔

آپ کی انتھک کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں سارے عرب میں اسلام کا ڈنکا بج گیا اور انھیں کے طفیل سے ہم لوگ بھی آج مسلمان نظر آرہے ہیں۔ ہم لوگوں کا ایمان ہے کہ آپؐ اللہ کے نبی تھے اور آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے کلمۂ حق کی ذمہ داری ہمارے کاندھوں پر آگئی ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم حضورؐ کے راستے پر چل کر دنیا میں نیکی پھیلائیں۔ جہاں کہیں برائی ہوتے دیکھیں اس کو حتی الامکان مٹانے کی کوشش کریں۔

یہ ہے میلاد کا مقصد اور یہ ہے ہمارا کام۔ حضورؐ کے ذکر خیر سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ ہم اپنا تن من دھن ہر چیز دین کے راستے میں لگا دیں اور

اس راستے میں جو بھی مصیبت آئے اس کو صبر و شکر سے برداشت کریں لیکن افسوس ہمارے میلاد کی مجلسوں میں شعر و شاعری، گلے بازی اور نمائشی مظاہروں کے سوائے کچھ نہیں ہوتا۔ سوچو کیا اسی واسطے یہ پاک محفل منعقد کی جاتی ہے۔ اور کیا میلاد کی مجلس میں صرف رسمی سا بیان پڑھنے سے حضورؐ کی بعثت کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ سب سطحی باتیں ہیں، اور حضورؐ کی رسالت کا مقصد کچھ اور ہے اُسی کو ہمیں اپنی زندگی کا نصب العین بنانا چاہیئے۔

والسّلام

۱۳

پَردہ

عزیز بیٹی السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تم نے لکھا ہے کہ آصفہ یہاں آکر بے پردہ ہوگئی ہے، ہم لوگوں کو یہ سن کر تعجّب نہیں ہوا کیونکہ جس ماحول میں اس کی پرورش ہوئی تھی، اس کا تقاضہ ہی یہ تھا۔ شروع شروع کی آزادیاں، خوش فعلیوں اور روشن خیالیوں کا نتیجہ اسی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔

ایک بے چاری آصفہ کیا اور بہت سی بھولی بھالی خواتین شیطان کے پھندے میں پھنسی ہوئی ہیں، اور پیتل کے ٹکڑے کو سونا سمجھ کر بے اختیار اس کی تحصیل میں اپنا سب کچھ لٹا رہی ہیں۔ ان کی زندگی کا نصب العین باغوں، پارکوں اور سیناؤں کی سیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ان کو معلوم نہیں کہ پرسکون زندگی کس چیز کا نام ہے، وہ بس بے پردہ ہوکر ادھر اُدھر گھومنے کو ہی انسانیت

کی معراج سمجھتی ہیں ۔ وہ پردے کو مردوں کی تنگ نظری کی نشانی کہتی ہیں۔ مگر یہ بات اتنی ہی غلط ہے جتنا روشنی کو اندھیرا کہنا۔ سچ بات یہ ہے کہ عورت کا پردے میں رہنا خود اس کے وقار کا ضامن تھا، اس کے سکونِ قلب کا سامان تھا اور اخلاقی بلندی کا نشان تھا لیکن اب جب سے عورت گھر کی چہار دیواری سے باہر آئی ہے اور مرد کے دوش بدوش چلنا شروع کیا ہے تب سے عورت کی مظلومیت بڑھ گئی ہے۔ اور ہر طرف اخلاقی فساد رونما ہے۔

ہمارے یہاں یہ بے پردگی یورپ کی طرف سے آئی ہے۔ لیکن ابھی ہم نے ان نتائج پر نظرِ ثانی نہیں ڈالی کہ یورپ میں عورتوں کو آزادی دینے کا کیا انجام ہوا اور آج وہاں کی گھریلو زندگی کتنی عبرت ناک ہے۔ اخباروں میں اس کی تفصیل آتی رہتی ہے وہاں ہر منٹ پر طلاق اور ہر لمحہ خودکشی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں، جن سے وہاں کے لوگ پریشان ہیں۔ لیکن اب پانی سر سے گذر چکا ہے۔ اسلام انھیں نتائج کو سامنے رکھ کر بطور پیش بندی اپنے پیروؤں کو حیا و شرم کی تعلیم دیتا ہے۔ چونکہ اسلام ایک فطرتی مذہب ہے اس نے اپنے احکامات میں انسان کی فطرت کی رعایت رکھی ہے چنانچہ اس سلسلے میں امہات المؤمنین رضی کو جو ہدایات دی گئی ہیں وہ تمام عورتوں کے لیے ایک سبق ہے۔ امہاتُ المؤمنین سے زیادہ کس کو پاک نفس کہا جا سکتا ہے، یہ معمولی عورتیں نہیں ہیں، بلکہ پوری امت کی مائیں ہیں۔ مگر چونکہ انسان کے پیچھے اس کا نفس اور شیطان لگا ہوا ہے، جو اس کو ہر وقت غلط راستوں کی طرف رہنمائی کرتا رہتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی محتاط رہنے کے لیے صاف الفاظ میں فرمایا کہ

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ط

اے پیغمبرؐ کی بیویو! اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو ۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، خدا چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دور کر دے اور خوب ... پاک صاف کر دے۔

یہاں یہ بات سوچنے کی ہے کہ یہ بات اس وقت کہی گئی ہے جبکہ ہر آدمی نیکی و پاکیزگی کا دلدادہ تھا اور ہر ایک کے دل میں رضائے الٰہی کی تڑپ تھی۔ جن کے خلوص کو دیکھ کر اللہ نے دنیا میں بہت سے لوگوں کو جنّت کی بشارت دے دی تھی ۔ مگر احتیاط کا جہاں تک تعلّق ہے اُن سے بھی یہ مُطالبہ ہے کہ گھر میں جمی بیٹھی رہو۔ پھر بھلا آج کے دور میں جبکہ چاروں طرف گندہ ماحول پھیلا ہوا ہے، عورتوں کا باہر نکلنا ، بازاروں میں شوپنگ کرنا، سیناؤں میں جاکر تصاویر دیکھنا اور پارکوں میں پہنچ کر چہل قدمی کرنا خرابیوں سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے ۔؟

آزادی کا جذبہ اچھا مانا گیا ہے ۔ مگر اسی حد تک کہ اپنے کردار اور چال چلن پر حرف نہ آئے ۔ لیکن اگر آزادی یا بے پردگی سے اپنی آبرو خراب ہوتی ہے یا اپنا وقار گرتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے دین کو ٹھیس پہنچتی ہو تو ایسی آزادی کو دور سے سلام کرنا چاہیئے ۔ شرم و حیا کو عورت

کی بہترین صفات میں شمار کیا گیا ہے یہ ایک فطری جذبہ ہے جس کو ہمیشہ اچھا مانا گیا ہے۔ شرم کرنے کا مطلب لونڈی بننا اور مرد کی غلامی کرنا نہیں ہے اس سے تو عورت کی حفاظت مقصود ہے۔ پردے کے احکامات کے ذریعہ اسلام نے فتنوں کا سدّباب کیا ہے اس نے کوشش کی ہے کہ انسانی طبیعت میں جو اخلاقی کمزوریاں ہیں وہ ابھرنے ہی نہ پائیں شیطان کو موقع ہی نہ ملے کہ وہ بُرے میلانات کو نشوونما دے سکے اور ایسے تمام امکانات کا خاتمہ ہو جائے جن سے نظامِ تمدّن میں برہمی پیدا ہوتی ہے چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ

"جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا
کوئی حصّہ نظر نہ آنا چاہیئے۔ سوائے چہرے اور کلائی کے"

نیز سورۂ نور میں مردوں کو بلا اجازت گھر میں اچانک آنے سے منع کیا گیا ہے۔

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو چاہیئے کہ وہ اسی طرح گھر میں اجازت لے کر آئیں جس طرح ان کے بڑے ان سے پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ

اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو اس میں

حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط

تمہارے دلوں کے لیے بھی پاکیزگی ہے اور اوران کے دلوں کے لیے بھی۔

(سورۃ الاحزاب)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

اے نبی مومن عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس زینت کے جو خود ظاہر ہوجائے اور وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکّل مار لیا کریں۔

(النّور)

ان احکامات میں جو حکمتیں پوشیدہ ہیں وہ ہر آدمی جانتا ہے۔ ان کو اپنی زندگی کا لائحۂ عمل بنانا سکون و عافیت کی ضمانت ہے جن عورتوں نے ان پر عمل کیا وہ دنیا کی بہترین عورتیں تھیں۔ تاریخِ نسواں میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ ان کی گود سے پرورش پاکر جو بلند سیرت انسان اُٹھے وہ انسانیت کا جوہر تھے، ان لوگوں نے جو تمدّن تعمیر کیا آج دنیا اس سے بہتر تمدن پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ کوئی معجزہ نہیں تھا بلکہ نتیجہ تھا ان احکامات

پر عمل کرنے کا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانوں کو پہنچائے گئے ہیں۔ آج بھی اگر اُن احکامات پر عمل کیا جائے تو موجودہ دُنیا کے لیے بھی راحت ہے اور عورت کے لیے بھی سکون کی بشارت ہے۔

آخر میں تمہاری ہمت اور فہم پر شاباشی دیتا ہوں کہ تم نے اپنے آپ کو بے پردگی سے بچا رکھا ہے، اللہ تعالےٰ تمہیں اس راہ میں اور استقامت عطا فرمائیں۔

تمہارا خیر اندیش

۱۴

عذابِ الٰہی کا قانون

عزیز بیٹی!

خط ملا۔ سمندری طوفان کی خبر پڑھی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس نے رحم فرما دیا۔ بس یہ سمجھ لو کہ یہاں بھی یہی حال تھا۔ عجیب ہل چل تھی، پیڑ پودے اُڑے جا رہے تھے، برق و باد کی گرج اور کڑک کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی، بارش تو الاماں الحفیظ!! معلوم ہوتا تھا قیامت آگئی ہے۔ چنانچہ بیسیوں گھر بیٹھ گئے۔ سائبان اور چھپّر اڑ گئے۔ آدمیوں کے چوٹیں آئیں، پھر بھی اللہ کا رحم ہو گیا۔ ورنہ اور خدا جانے کیا حال ہوتا۔

بیٹی یہ سب ہم لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ جو اس قسم کی بلائیں

آئے دن آتی رہتی ہیں۔ تمہیں یاد ہوگا گذشتہ سال پاکستان کے مشرقی ساحل پر ایسا ہی طوفان آیا تھا جس میں ہزاروں افراد مرے تھے اور بڑا نقصان ہوا تھا۔ اس سال ترکی میں زلزلہ آیا اس میں بھی ہزاروں جانیں تلف ہوئیں اور لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے ہیں۔

پہلے زمانے میں تو جو قوم راہ راست سے بھٹک کر غلط راستہ اختیار کرتی تھی، اس پر ایسی ایسی آفتیں اور بلائیں نازل ہوتی تھیں جسے سن سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کثرت سے ایسی مثالیں اور آثار موجود ہیں کہ زمین کا تختہ الٹ دیا گیا، آبادیاں تہس نہس کر دی گئیں، قوم کی قوم دریا برد ہو گئی یا اِدھر سے اُدھر تک اُجاڑ ہو گیا۔ اس زمانے کے لوگ ان کو عذابِ خداوندی سمجھ کر ان سے عبرت حاصل کرتے تھے، مگر آج کل لوگ ان کے مادی اسباب پر غور کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری بداعمالیوں اور گناہوں کی یہ حالت ہے کہ سخت سے سخت سزائیں بھی دی جائیں تو کم ہیں۔ مگر یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا طفیل ہے کہ ہم پر سخت بلائیں نازل نہیں ہوتیں بلکہ کبھی کبھی ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں تاکہ ہم لوگ عبرت پکڑیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ لیکن افسوس کہ ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں اور برابر گناہوں کے دلدل میں پھنسے جا رہے ہیں۔

ہم اپنے آپ کو قانونِ خداوندی کا امین کہتے ہیں۔ مگر اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بھی ناواقف ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے مگر اپنی زندگی میں کبھی اس سے مدد نہیں لیتے۔ اسے پڑھ کر

نہیں دیکھتے۔ ہم کہتے ہیں کہ نیکی کی زندگی اللہ کو پیاری ہے مگر نیکی کی زندگی سے اُتنے ہی دور ہیں جتنا کہ اللہ پر ایمان نہ رکھنے والے۔ غور سے دیکھو تو ایک مسلمان دوکاندار بے ایمانیاں کرنے اور کم تولنے میں اتنا ہی بیباک ہے جتنا کہ ایک ہندو بنیا۔ ایک مسلمان وکیل جھوٹے مقدمے لڑانے میں ویسا ہی تیز طرار ہے جیسا ایک عیسائی وکیل۔ ایک مسلمان تحصیلدار رشوت لینے اور کھانے میں اللہ سے ویسا ہی نڈر ہے جیسا کہ کوئی دوسرا شخص جو آخرت پر یقین نہ رکھتا ہو۔ نیز مسلمانوں میں بے حیائی اور بے غیرتی کے اتنے ہی ٹائپ موجود ہیں جتنے غیر اقوام میں ملتے ہیں۔

آج مسلمان جھوٹ بول سکتے ہیں، چوریاں کر سکتے ہیں، امانت میں خیانت کر سکتے ہیں، جوا کھیل سکتے ہیں، شراب پی سکتے ہیں اور بُرے بُرے کام کر سکتے ہیں، یہ سب برائیاں ان میں اس لیے آئیں کہ اللہ کو دل سے بُھلا دیا ہے اور آخرت کی جوابدہی کا احساس محو ہو چکا ہے۔ یا پھر کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم فلاں بزرگ کے دامن گرفتہ ہیں وہ ضرور ہماری سفارش خدا کے یہاں کریں گے۔ اور چونکہ ہم فلاں خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے جنّت کے وارث ہیں۔ مگر یہ سب باتیں خوش فہمی کی ہیں۔ بغیر صراط مستقیم پر آئے اور اچھے عمل کیے کام نہیں چلے گا۔ کیونکہ خود حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضؓ سے فرمایا ہے۔

"اس پر گھمنڈ مت کرنا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔
قیامت کے روز تو تمہارے اعمال ہی کام آئیں گے۔"

ان الفاظ کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان ہر طرح کے گھمنڈ سے الگ ہو کر سیدھا سچا مسلمان بننے کی کوشش کرے، تاکہ آخرت کی جوابدہی سے بچ سکے۔

اصلاح کا طالب

۱۵

دین کی خدمت

پیاری بیٹی اللہ تعالےٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہو۔

پچھلے خط میں تم نے دین کی خدمت کرنے کا جو ارادہ کیا ہے اُسے اللہ تعالےٰ استحکام عطا فرمائے۔ لیکن اس سے پہلے کہ تم اس راہ میں قدم رکھو میں چند باتوں کی طرف توجّہ دلاتا ہوں، جو بہت ضروری ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب تم نے یہ طے کر لیا ہے کہ دین کی خدمت کرنی چاہیئے تو پھر اپنے اخلاق، کردار اور زندگی کے طریقوں کی طرف دھیان دو۔ اِنھیں اسلامی طرز پر ڈھالنے کی کوشِش کرو۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جس تعلیم کے پیچھے عمل کی قوّت نہیں ہوتی، اس کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ جہاں تک اسلامی تعلیمات کا معاملہ ہے اس سے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کی کثیر آبادی بے عمل ہے۔ اسی وجہ سے اسلام کے پورے فوائد سے محروم ہیں۔ اگر کہیں اسلامی تعلیم کے مطابق تھوڑا بہت

بھی عمل ہوتا تو دنیا آج سکون سے بھر جاتی۔

اس لیے آج ہر مسلمان کا پہلا فرض ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے اور جو لوگ اس کی دعوت لے کر اٹھیں ان پر تو اس سے بھی زیادہ یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ نمونے کے انسان بنیں کیونکہ اگر کہیں خدانخواستہ داعی بھی دنیا داروں کی طرح جھوٹ بولیں خیانت کریں، برے کاموں سے رغبت کریں تو اس سے اسلام کی بدنامی ہو گی اور یہ کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔ حتیٰ کہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر گندے کپڑے پہننے سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان تو گندے ہی رہتے ہیں تو جلد سے جلد اس عادت کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمہیں اس وقت عورتوں میں کام کرنا ہے اور تم جانتی ہو کہ عورتوں کی کیا حالت ہے۔ وہ برسوں سے ایک غلط ماحول میں زندگی گذار رہی ہیں۔ مذہب سے متعلق عورتوں کو صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ رجب کے کونڈے کر لیے، عید بقرعید کو سویاں پکا لیں، شبرات کے دن حلوہ تیار کر لیا ذرا اور آگے بڑھیں تو کسی پیر کے مزار کی زیارت کر آئیں یا تعزیہ کے دن کی دو چار رسموں کو اچھے ڈھنگ سے منا لیا اور بس۔

وہ بیچاری اور کریں بھی کیا، ان کو تو پرانے آدمی جو کچھ بتا گئے ہیں وہ اس پر اٹل ہیں۔ اسی لیے بجائے غصہ ہونے کے ان کے ساتھ ہمدردی کی ضرورت ہے۔ جس طرح پرانے مریض سے محبت سے پیش آنا چاہیئے، اسی طرح ان

بگڑی ہوئی عورتوں کو محبت کے ساتھ تلقین کرنی چاہیئے اور اگر ایک وقت میں وہ تمہاری باتوں پر دھیان نہ دیں تو بھی دل برداشتہ نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ برسوں سے جو ایک خاص ڈگر پر چل رہا ہو اُسے ایک آدھ تقریر کیا نفع پہنچا سکتی ہے۔ جس نے اپنے باپ دادا کو کچھ باتیں کرتے دیکھا ہو وہ خود بھی پچاس ساٹھ سال سے انھیں باتوں کی عادی ہو اب تم چاہتی ہو کہ وہ اِن باتوں کو ترک کردے یہ کتنا مشکل کام ہے، ہاں تم خلوص کے ساتھ محنت کرتی رہو۔ انشاءاللہ تعالےٰ برکتوں کا ظہور ہو گا۔

اِس ضمن میں ایسے بزرگوں اور پاک سیرت عورتوں کی زندگی کا مطالعہ بھی کرتی رہو جو پہلے گذر چکی ہیں جنھوں نے اللہ کی رضا کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ مثلاً حضرت خدیجہ رضی کو دیکھو۔ وہ حضورؐ کی بعثت سے پہلے مکہ کی ملک التجار کہلاتی تھیں۔ حجاز میں اس وقت اِن سے زیادہ مالدار کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا۔ لیکن جب حضورؐ نے دعوت کا کام شروع کیا تو نیک بیوی نے اپنی ساری پونجی اس راہ میں لگادی اور آخری دنوں میں فاقوں تک کی نوبت آگئی۔ شعب ابی طالب کے زمانے میں مسلسل تین سال تک جس تنگی و ترشی میں انھوں نے بسر کی اس کے تذکرے کیلئے ایک بڑی تاریخ کے اوراق بھی ناکافی ہیں۔ حقیقت میں وہ بڑا آزمائش کا وقت تھا مگر یہ سب مصائب وہ صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتی رہیں اور کبھی حرفِ شکایت منہ پر نہیں لائیں۔

کہتے ہیں کہ مرنے سے کچھ دیر پہلے اُن کی ایک سہیلی نے جو اس وقت

تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں، انھیں طعنہ دیا تھا کہ اسلام لاکر تم نے اپنی دولت، عزت اور وقار کو دھبہ لگایا ہے اگر اب بھی تم واپس اپنے دین میں لوٹ آؤ تو ہم تمہارا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اٹھائیں گے۔ مگر حضرت خدیجہ رضؓ نے جو جواب اپنی سہیلی کو دیا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے، آپ نے اس سے فرمایا۔

"میری جس حالت کو تم تکلیف سمجھ رہی ہو یہ میرے لیے عین راحت ہے، میں نے اسلام کے لیے دنیا کا مال چھوڑ دیا تو کیا ہوا، میرے اللہ نے مجھے دین کی دولت عطا فرمائی جس کے سامنے دنیا کے خزانے بے حقیقت ہیں تم سمجھتی ہو کہ میں خالی ہاتھ مر رہی ہوں لیکن کاش تم سمجھ سکتیں کہ زندگی کے بیش بہا خزانے میرے ہاتھ میں ہیں۔ دنیا کی دولت تو مٹنے والی اور رہ جانے والی ہے مگر دین کی دولت مرنے والے کے ساتھ جاتی ہے اور آخرت میں کام آتی ہے۔
پھر آپ نے اس کو اسلام کی دعوت پیش کی اور کہا۔
تیری عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے، اس کو ہٹا دے اور کائنات کی چیزوں پر غور کر۔ ان سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

ہمیں مرنے کے بعد اس کے حضور میں پہنچنا ہے،
تجھے بھی ایک دن مرنا ہے، دیکھ تیرے بال سفید
ہو چکے ہیں، شباب کی رعنائیاں رخصت ہو گئی ہیں
اور بڑھاپے کی جھرّیاں چہرے پر اپنا اثر جما رہی
ہیں۔ نیز موت کی منزل قریب آ گئی ہے۔ یہ وقت
بڑا نازک ہے، اب تجھے آخرت کی فکر کرنی چاہیئے
کیونکہ یہ وقت نکل گیا تو پھر ہاتھ ملنے کے سوا چارہ
نہ رہے گا۔ ابھی وقت ہے لہٰذا توبہ کر لو اور اللہ
کے نبی پر ایمان لاؤ۔

چنانچہ آپ کی رقّت اور استقلال کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئی۔ دراصل آخرت کا تصوّر ہی ایسا ہے کہ اس پر اگر غور کیا جائے تو انسان کے سامنے زندگی کی راہ کھُل جاتی ہے، اور وہ اپنی زندگی پر غور کرنے کے لیے مجبور ہوتا ہے۔ آخرت کے تصوّر ہی نے قرنِ اوّل کی خواتین کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ فرشتے بھی ان کے دامنوں پر نماز پڑھنا فخر خیال کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کی زندگی کے ہزاروں واقعات ہم لوگوں کے سامنے ہیں وہ سب قابلِ تقلید ہیں۔ دیکھ لو حضرت علیؓ سے اُن کی شادی ہوئی تو گھر میں کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ زیور، نہ کپڑے نہ صندوق نہ پٹارے حتّٰی کہ روزمرّہ کے برتنے کا سامان تک نہ تھا لیکن پھر بھی آپ نے نہایت صبر و شکر کے ساتھ

زندگی گذاری۔ وہ آٹا گوندھتی تھیں، پانی خود بھرتی تھیں، چکی خود پیستی تھیں اور اس پر مزید یہ کہ کئی کئی دن فاقے بھی رہتے تھے مگر کیا مجال جو ماتھے پر شکن آجائے، کبھی صبر کا دامن ہاتھ سے جائے یا معمولات میں کوئی کمی واقع ہو جائے ہمہ وقت یادِ الٰہی اور عشاء سے صبح تک ذکر و تسبیح کے ساتھ گریہ و زاری، اس کے سوا کچھ نہیں۔ نہ پان نہ بیڑا، نہ مسّی نہ اور کوئی زینت۔

یہ اُسوہ ہے جس پر آج کی مسلمان عورت کو چلنا چاہیئے۔ اب پہلے سے زیادہ گھروں میں سامان ہے، روپیہ پیسہ ہے، کھانے پینے کی فراغت ہے پھر بھی اگر کوئی اللہ کو یاد نہ کرے اور اپنے فرائض سے غافل ہو تو یہ انتہائی بُری بات ہے۔ اسی لیے ہمیں اِن بزرگ عورتوں کے حالات پڑھنے چاہئیں تاکہ معلوم ہو کہ آج ہمیں کیا کام کرنا ہے۔

والسّلام

تمہارا باپ

۱۶

حضرت ابراہیمؑ کا اُسوہ

برخوردار ی ریحانہ

عید الاضحیٰ کے موقع پر تمہارا مرسلہ عید کارڈ ملا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے یہ روزِ سعید مسلمانوں کو عنایت فرمایا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کو خدائے قدّوس کی طرف اس مبارک دن کے فرائض کا احساس ہے اور جو سمجھتے ہیں کہ یہ پاک دن رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کا بہترین دن ہے۔ اور جنھیں معلوم ہے کہ آج کے دن اللہ کے برگزیدہ بندے یعنی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لختِ جگر کی پُرخلوص قربانی پیش کی تھی۔

یوں تو ہر سال یہ تیوہار آتا ہے مگر مشاغلِ حیات نے ہمیں اتنا مجبور کردیا ہے کہ ہم مشین کی طرح بہت سے کام کرتے ہیں۔ اور کبھی ان پر سوچتے بھی

نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اور کیوں کر رہے ہیں؟ عیدالاضحیٰ کے دن ہم لوگ قربانی کرتے ہیں لیکن ہم میں سے اکثر کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے کیا تاریخ ہے ہم قربانی کیوں کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ کب سے چلا آرہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، اللہ تعالےٰ کے نیک بندے تھے، ان کی پوری زندگی رضائے حق کی مکمّل تصویر تھی، انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی رضا کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اسی لیے اللہ نے ان کے طریقے کو ہمارے لیے ایک نمونہ قرار دیا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

"بیشک تمہارے لیے ایک بہترین نمونۂ عمل
حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کے
اعمال میں ہے۔"

تمہیں معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں حالات کتنے ابتر تھے لوگ جھوٹ بولتے تھے، جوا کھیلتے تھے، شراب پیتے تھے، اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اللہ کے بجائے پتھروں، دیوی، دیوتاؤں اور چاند ستاروں کو پوجتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اپنی قوم اپنی برادری اور اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر اسلام کا طریقہ اپنایا نیز اپنے خاندان کے لوگوں سے بھی برائی چھوڑ دینے کے لیے کہا وہ لوگ بجائے اس کے کہ اُن کی باتوں پر کان دھرتے اور الٹا کج بحثی پر اتر آئے۔ عوام سے لے کر بادشاہ تک ان کے دشمن ہو گئے۔ اور

اسی غیظ وغضب میں ان کو آگ میں زندہ جلانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اللہ نے اپنے نیک بندے کی بروقت مدد فرمائی اور آگ کو گل وگلزار بنا دیا۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!

حق کا رستہ بڑا دشوار گذار ہے اور ایک کے بعد ایک مرحلہ آتا ہے۔ صبر، ہجرت، قربانیاں، مردِ مومن کے نشانِ راہ ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے ان کے بیٹے کی قربانی کا مطالبہ ہوا، تو اس امتحان میں بھی انھوں نے ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور رضائے الٰہی میں اپنے لختِ جگر کے نازک حلق پر اپنے ہاتھوں چھُری پھیر دی تو رحمتِ خداوندی جوش میں آگئی اور فرمایا گیا کہ

"اے ابراہیم بس کر تم نے اپنے خواب
کو سچّا کر دکھایا"

اسی عظیم قربانی کی یاد میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو عیدالاضحیٰ کا دن عطا فرمایا کہ ہم لوگ بھی اس دن اللہ تعالےٰ کی رضا اور محبت میں اپنی عزیز سے عزیز متاع قربان کرنے کے لیے تیار رہیں۔

تمہارا ہی خواہ

١٧

ہمارا اصل کام

پیاری بیٹی

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ فلاں بستی کو اس کے رہنے والوں پر اُلٹ دو۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار اس میں تیرا فلاں نیک بندہ بھی ہے جس نے کبھی ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہاں ہاں جاؤ اس بندے پر بھی بستی الٹ دو۔ اور دوسرے تمام رہنے والوں پر بھی کیونکہ گو اس نے معصیت نہیں کی مگر اتنا کیا کم ہے کہ برائیاں دیکھ کر اس کے چہرے پر ذرہ برابر بھی تغیّر نہیں ہوا۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ وہ گروہ اور فرد ہرگز اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچ سکتا جو برائیاں پھیلتی دیکھتا رہے، اور اس کے ماتھے پر شکن تک نہ آئے۔ یہ اللہ کے دوست نہیں دشمن ہیں۔ دوستوں کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ دوست کی خیر خواہی کے کام کرے۔ اللہ کی خیر خواہی اللہ کی رضا ہے، اللہ کے دین کی اشاعت ہے، اللہ کے قانون کی اطاعت ہے، اور دنیا میں نیکی پھیلانا ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ بیمار کی خدمت کرنا، اندھے کو راستہ دکھانا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، غریبوں کی مدد کرنا، جھوٹ، غیبت، بدگوئی، دل آزاری سے بچنا اور ہمیشہ حق وانصاف کی بات کرنا یہ سب اچھی باتیں ہیں جن کی اس وقت دنیا میں کمی ہے۔ مسلمان ہونے اور اللہ پر ایمان لانے کے بعد ہمارا پہلا فرض یہی ہے کہ ہم ان باتوں کو اپنائیں خود نیک بنیں، دوسروں کو نیک بنائیں اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گذاریں ورنہ ڈر ہے کہ کہیں ہم بھی مندرجہ بالا حدیث کے ماتحت اللہ کے غضب کے مستحق نہ ٹھہریں۔

یہ بات صرف مردوں کے لیے نہیں ہے بلکہ عورتوں کو بھی اس پر یکساں غور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نیکی پھیلانا اللہ کا حکم ہے اور مرد عورت دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے کیسی شرم کی بات ہوگی کہ قیامت کے روز ہم مالک یوم الدین کے سامنے مجرموں کی حیثیت سے پیش ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمیں دوزخ میں جھونک دیا جائے۔ الامان الحفیظ!!

اس لیے اس وقت کو غنیمت جان کر ہمیں وہ کام کرنے چاہئیں جس سے آخرت کی باز پرس سے بچ جائیں۔

تمہارا خیر اندیش

۱۸

موت کی یاد

پیاری بیٹی سلام مسنون

تمہارا خط ملا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے انتقال پر واقعی تمہیں جتنا ملال ہوا اتنا ہی تھوڑا ہے۔ بیچارے اچھے آدمی تھے، مگر کوئی اچھا ہو یا برا یہ موت کا پنجہ کسی کو نہیں چھوڑتا۔ ہم بھی ایک دن اسی منزل کو روانہ ہو جائیں گے۔ یہ اللہ کا قانون ہے جو شخص پیدا ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے۔ جب سے دنیا شروع ہوئی ہے اس وقت سے برابر یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ امیر، غریب، بادشاہ، فقیر، ہندو، مسلمان، یہودی، عیسائی کوئی موت کی یورش سے بچ نہیں سکا۔ معمولی انسانوں کا کیا ذکر ہے اللہ کے پیارے نبیوں تک کو موت کا مزہ چکھنا پڑا۔

مگر یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ لوگ پھر بھی موت کی طرف سے غافل ہیں حالانکہ بقول کسی شاعر کے

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
خالق نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹا دی

یعنی ہر آن ہر لمحہ ہر گھڑی ہماری عمر برف کی سلّی کی طرح پگھل رہی ہے اور ایک دن اچانک ختم ہو جائے گی۔ اس وقت پچھتانا پڑے گا۔ اب تو اس طرح زندگی گذار رہے ہیں کہ جیسے موت سے کبھی سابقہ ہی نہیں پڑے گا۔ اور ہمیں اپنے خالق کے سامنے حاضر ہی نہ ہونا ہو گا۔ اسی لیے کوئی دیدہ دانستہ بُرے کام کر رہا ہے، کوئی کسی کے ساتھ ظلم توڑ رہا ہے، کوئی کسی کی جیب کاٹ رہا ہے، بے ایمانیاں کر رہا ہے، بے لگام گھوڑے کی طرح ہر کھیت میں منہ مار رہا ہے۔ یہ سب اس لیے کہ وہ موت کو بھول چکا ہے۔ آخرت کا تصور اس کی زندگی سے خارج ہے۔ لیکن مومن مرد اور مومن عورتوں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے کہ اصل معاملہ دنیا کا نہیں بلکہ آخرت کا ہے۔ خود اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، کہ

"اے ایمان لانے والو! تقویٰ اختیار کرو اور
یہ دیکھتے رہو کہ آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سب
کچھ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔۔۔"

اس آیت میں ایمان لانے والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ تقویٰ کے معنیٰ اللہ کے خوف کے ہیں، یعنی اپنے دل میں اللہ کو ذوالجلال

بنا کر بٹھالو اور سوچ لو کہ چاہے، ساری دنیا سے کوئی بات چھپ جائے، مگر اللہ سے نہیں چھپ سکتی۔ وہ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ اندھیری رات میں بھی اگر ہم کوئی کام کرتے ہیں تو اس کو پتہ چل جاتا ہے۔ کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ پھر یہ کہ موت آنی ہے اور اس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اس لیے ہر وقت ہر آن اس سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ ڈر سے عمل ٹھیک ہوتا ہے۔

آج کل لوگ باتیں بہت بناتے ہیں اور عمل کم کرتے ہیں، حالانکہ دنیا کو باتیں بنانے والوں کی نہیں عمل کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ آخرت میں بھی زیادہ بولنے والوں کی نہیں بلکہ اللہ کی رضا پر چلنے والوں کی پوچھ ہے وہاں اچھا نسب اچھا خاندان اور اچھا خون نہیں دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ خلوص و وفاداری کا سکہ چلتا ہے۔ اسی طرح بڑی بڑی ڈگریوں اور اعلیٰ تعلیم معیارِ کامیابی نہیں، بلکہ ایمان و عمل اور خوفِ آخرت اصل چیز ہیں۔ اللہ کا رجسٹر دنیا سے بالکل الگ ہے، وہاں معمولی پڑھے لکھے کا مقام بھی اونچا ہو سکتا ہے، اگر اس کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہو اور زرق برق لباس پہننے والا جو دنیا میں مکر و فریب سے زندگی گذار رہا ہو ہو سکتا ہے کہ وہاں کسی پکڑ میں آجائے۔

صحابہ کرام رضؓ نے کتابیں نہیں لکھیں، ڈگریاں حاصل نہیں کیں، زرق برق لباس نہیں پہنے، مگر وہ اسلام کا نمونہ تھے، سیدھے سچے بندۂ مومن۔ لوگ اُن کی زندگی سے اسلام کو سمجھتے تھے۔ اُن کی زندگی کا ہر گوشہ اسلام کے درد میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسلام کا درد موت کو یاد کرنے

سے پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی یہ درد پیدا کرنا چاہیئے۔

تمہاری اصلاح کا متمنی

(۱۹)

احتسابِ نفس

پیاری بیٹی السّلام علیکم

پچھلے خط میں میں نے بتایا تھا کہ اسلام کا درد موت کو یاد کرنے سے پیدا ہوتا ہے، اسی سے آدمی کی زندگی سنورتی ہے۔ موت کا خیال اس بات کی ضمانت ہے کہ آدمی ہر وقت اپنے انجام پر غور کرتا رہے اور اس کا دل کسی بھی حال میں غافل نہ ہو۔ یہ غور و فکر انسان کو ایک دوسری طرح کا انسان بنا دیتی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہاں زندگی کی آخری سرحد ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد آخرت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ جہاں سے لوٹنا ناممکن ہے۔

جن لوگوں کو اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے وہ اللہ کے خوف سے

ہر وقت کانپتے ہیں۔ اور اپنے نفس سے احتساب کرتے ہیں اور غمگین رہتے ہیں۔ تم نے سیرت کی کتابیں پڑھی ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ حضورؐ ہمیشہ غمگین رہتے تھے۔ جس کی وجہ بھی خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں چین سے کیونکر رہوں جبکہ موت سر پر تعینات ہے اور فرشتہ صور لیے تیار کھڑا ہے کہ اب حکم ہو اور صور پھونک دوں۔ ایک اور موقع پر حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اسامہ بن زیدؓ نے ایک لونڈی ایک ماہ کے لیے اجرت پر خریدی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اسامہ نے ایک ماہ کے لیے لونڈی خریدی ہے حالانکہ کل کی خبر نہیں کیا ہوگا؟ خدا کی قسم میرا تو یہ حال ہے کہ ہر لمحہ یہی خیال دامن گیر رہتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ آخری لمحہ نہ ہو جب میں لیٹتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ میری پلکوں کے باہم ملنے سے پہلے موت نہ آجائے۔ جب پیالہ اٹھاتا ہوں تو منہ میں لے جاتے وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کے زمین پر رکھتے ہی میری حیاتِ دنیاوی ختم نہ ہو جائے۔ اور جب بھی کوئی لقمہ منہ میں رکھتا ہوں تو یہی خیال ہوتا ہے کہ اس کو چبانے سے پہلے موت نہ آجائے اور لقمہ حلقوم میں پھنس کر نزع کی ہچکی نہ بن جائے۔ خدا کی قسم موت آنے والی ہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ بھی اپنے ہر سانس کو آخری سانس اور ہر ساعت کو آخری ساعت تصوّر کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ لکڑی کا ایک ٹکڑا یا ستون ہے جو بے حس و حرکت کھڑا ہے
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق روایت ہے کہ وہ جب نماز پڑھتے تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک کپڑا ہے جو زمین پر ڈال دیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قصہ مروی ہے کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی ... تو وہ اپنے پیروں پر دُرّے مارتے تھے اور اپنے نفس سے پوچھا کرتے تھے کہ بتا آج تو نے کیا کیا کام کیا؟

اپنے نفس کو تنبیہہ کرنا بڑا سخت کام ہے لیکن ہے سودمند۔ اس سے انسان کی دنیا اور آخرت دونوں ہی سدھرتی ہیں اور بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ آخرت کی بازپرس کا احساس ہم میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور یہ بات یاد دلاتا ہے کہ اب تک جو زندگی گذاری جا رہی تھی وہ کتنی غلط اور غیر ذمہ دارانہ تھی اور اب ہمیں کس طرف چلنا چاہیئے، کیا کام کرنا چاہیئے اور کیسے طریقے سے زندگی گذارنی چاہیئے یہی چیز کامیابی کی بنیاد ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا بھی ہے کہ

"جس نے مختلف فکروں کو چھوڑ کر صرف
آخرت کی فکر کی اللہ تعالےٰ اس کے تمام دنیوی
مسائل میں اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جو شخص
آخرت کو چھوڑ کر مختلف چیزوں کی فکر میں مبتلا ہو
اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی
میں جا کر ہلاک ہو رہا ہے۔"

اس حدیث میں اللہ کے رسول نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ انسان کی کامیابی و ناکامیابی آخرت کی فکر کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اس لیے ہمیں ہر آن یہی فکر ہونی چاہیئے، ہر وقت یہی سوچنا چاہیئے کہ موت آنی ہے، قبر کے اندھیرے گڈھے میں سونا ہے، ایک وقتِ معیّن پر قیامت کے میدان میں پہنچنا ہے اور خدا تعالٰے کے حضور میں کھڑا ہونا ہے۔ وہاں پوچھ گچھ ہوگی، ایک ایک بات اگلنی ہوگی، پھر سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔ اس لیے وہ وقت آنے سے پہلے آدمی کو اس کی تیاری کرنی چاہیئے۔ اس میں بھلائی ہے، کامیابی ہے اور فلاح ہے۔ تم اس پر غور کر کے دیکھو خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

تمہاری اصلاح کا متمنی

۲۰

صبر و شکر

پیاری بیٹی وعلیکم السلام

تمہارے خط سے کاروبار میں نقصان کی اطلاع ملی ۔ واقعی یہ ایک سخت آزمائش ہے اور اس آزمائش سے عہدہ برآ ہونا بڑا ہی دل گردے کا کام ہے مگر جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ، جنھیں اس بات کا پختہ یقین ہے کہ ہر چیز اللہ کے حکم سے ہوتی ہے اور جو یہ بات جانتے ہیں کہ نفع و نقصان کے مالک اللہ تعالےٰ ہیں وہ صبر و شکر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہی میرا ولی ہے اور تو ہی کارساز ہے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور تجھ کو سہارا بناتا ہوں ۔ ایسے لوگوں کی دکھ اور تکلیف کو اللہ تعالےٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دیتے ہیں ۔ صحیحین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا مسلمان کو جو کچھ بھی مصیبت یا تکلیف، یا پریشانی یا حُزن
یا ایذا یا غم پہونچتا ہے حتیٰ کہ اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس سے
اللہ تعالے اس کی خطاؤں کا کفارہ کرتا ہے، اور اس کے
درجے بڑھاتا ہے۔ اور وہ رحمت کا مستحق بن جاتا ہے"
چنانچہ حق تعالے خود اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں کہ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ	ہم تم کو ضرور آزمائیں گے، کچھ خوف اور
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ	بھوک اور مال و جان و ثمرات میں
وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ	کمی لاکر اور خوشخبری سناؤ صبر
الصَّابِرِينَ ہ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم	کرنے والوں کو جو مصیبت پہنچنے پر کہتے
مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ	ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی
رَاجِعُونَ ہ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ	طرف جانے والے ہیں یہی ہیں جن پر اللہ
صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ	کی برکتیں اور رحمت ہے اور یہی ہیں
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ہ	جو راہیاب ہیں۔

پیاری بیٹی اس وقت تم لوگوں کو بھی مالی نقصان پہنچا ہے، مگر کیا معلوم ہے، اللہ کی طرف سے کیا بہتر ائی ہے بعض اوقات بندہ کچھ سوچتا ہے، مگر اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے بالکل اس کا الٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے علیم وخبیر ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہماری بھلائی کس چیز میں ہے۔ جیسے ہم چھوٹے بچے کو آگ کے پاس نہیں جانے دیتے کیونکہ اس کے نقصان کو سمجھتے ہیں اور بچہ صرف اس کو تماشہ ہی جانتا ہے لیکن اس کے تماشہ سمجھنے سے آگ کی

خاصیت دور نہیں ہو جائے گی، اسی طرح اگر ہم کسی چیز کی مصلحت نہ سمجھیں تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے ہو سکتا ہے کہ در پردہ اس میں فائدہ ہو اللہ کی ذات سے کبھی ناامید نہ ہونا چاہیئے۔ وہ شہنشاہ ہیں، سلطانِ کائنات ہیں، قادر مطلق ہیں، جو چاہیں سو کر سکتے ہیں اب کسی کام میں نقصان ہے تو کل فائدہ ہو گا، آج خسارہ ہے تو نفع بھی ہو گا۔ تجارت میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ موسموں کے تغیّر و تبدّل کی طرح اس میں اتار چڑھاؤ آتے ہیں، جس کے ساتھ ہی خوشحالی اور پریشانی کا دور شروع ہوتا ہے لیکن جو لوگ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، وہ نہ تو خوشحالی میں آپے سے باہر ہوتے اور نہ پریشانی میں جھنجھلاتے۔ بلکہ ہر موقع پر صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ — صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے گنتی بھرپور دیا جائے گا۔

یہ آخرت کی بات نہیں بلکہ دنیا میں بھی ان کو بے غل و غش ملے گا اور ملتا رہا ہے۔ چنانچہ مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کسی جنگل میں تھا یکایک اس نے ایک بدلی میں سے یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے پس وہ بادل چلا اور ایک سنگستان میں اپنا سارا پانی برسا دیا پس ایک نالی میں بہتا ہوا وہ پانی ایک باغ میں پہنچا۔ یہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے باغ میں آیا اس نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا پانی دے رہا ہے۔ اس نے اس آدمی سے پوچھا کہ اے

بندۂ خدا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے وہی نام بتایا کہ جو اس نے بدلی میں سنا تھا اور اس کے بعد پوچھا کہ اے بندۂ خدا تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے۔ پہلے شخص نے سب ماجرا سنایا، اور پوچھا کس طرح تیرے باغ کے لیے یہ غیبی انتظام ہوا۔ اس نے کہا کہ جب تو نے پوچھا ہے تو مجھے بتانا ہی پڑا۔ میں باغ کی ساری پیداوار کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اس کا ایک تہائی خیرات کرتا ہوں، ایک تہائی کو اپنے بال بچوں میں خرچ کرتا ہوں اور ایک تہائی کو پھر باغ میں لگا دیتا ہوں۔

آمدنی کی صحیح تقسیم اسی طرح ہونی چاہیئے اس طرح روپیہ ہر بلا سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ کی طرف سے اس میں برکت شامل ہو جاتی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو اصل چیز برکت ہی ہے۔ آدمی بہت کمائے مگر برکت نہ ہو تو ہمیشہ پریشان رہے گا۔ لیکن تھوڑا کمائے اور برکت ہو تو قلبی تسکین ملتی ہے۔ یہ چیز اللہ کی یاد سے حاصل ہوتی ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

والسلام